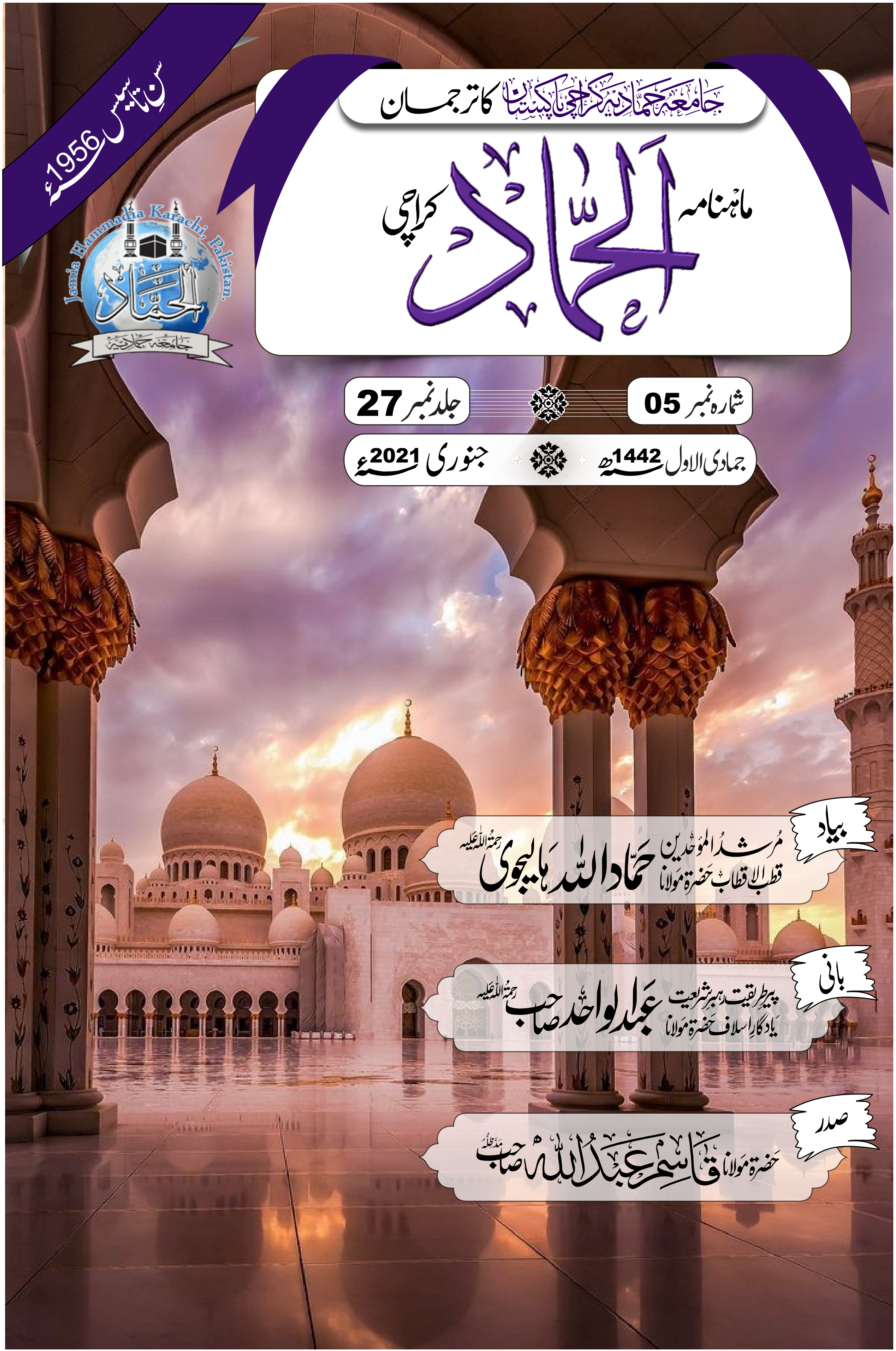

سن تاسیس 1956ء

جامعہ حمادیہ کراچی پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ الحماد کراچی

شمارہ نمبر 05 — جلد نمبر 27

جمادی الاول 1442ھ — جنوری 2021ء

بیاد

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی

پیر طریقت رہبر شریعت یادگار اسلاف حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صدر

حضرۃ مولانا قاسم عبداللہ صاحب مدظلہ

جگہ برائے اشتہار

اپنے کاروبار کی ترقی کے لئے اس جگہ اشتہار کی بکنگ کروانے کے لئے نیچے دئے گئے نمبر **یا** ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

+92-300-1201016

+92-300-1201016

Mahnama@JamiaHammadia.com

ماہنامہ الحماد کی خصوصیات

(۱) ماہنامہ الحماد کراچی کا اجراء جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی سے کیا جاتا ہے۔

(۲) ماہنامہ الحماد کراچی کے اجراء کو الحمدللہ 26 سال مکمل ہو چکے ہیں۔

(۳) ماہنامہ الحماد کراچی کی سرکولیشن پاکستان کے تمام صوبوں و علاقوں تک وسیع ہے۔

(۴) پاکستان کے علاوہ بیرون ممالک بھی اس کا وسیع حلقہ ہے۔

(۵) سوشل میڈیا پر بھی ماہنامہ الحماد کراچی کو پی ڈی ایف کی صورت میں نشر کیا جاتا ہے۔

ماہنامہ
الحماد
کراچی

REG.NO. M.C 898

شمارہ نمبر 05 — جلد نمبر 27

جمادی الاول 1442ھ — جنوری 2021ء

بیرون ملک نمائندے

قاری محمد اقبال صاحب مکہ مکرمہ
مولوی محمد حیات صاحب مدینہ منورہ
بھائی وسیم احمد صاحب جدہ
جمال صدیقی صاحب جدہ
مولانا حبیب البشر صاحب جدہ
شیخ مطیع الرحمن صاحب جدہ

مدیر منتظم
مولانا شاہد عبداللہ صاحب

مدیر مسؤل
مولانا قاسم عبداللہ صاحب

مجلس مشاورت

مولانا محمد مظہر صاحب
مولانا ناصر عبداللہ صاحب
مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب
پروفیسر مصباح العرفان صاحب

قیمت فی پرچہ
اندرون ملک =/35 روپے

زرسالانہ
اندرون ملک =/400 روپے
بیرون ملک USD: 35$

اکاؤنٹ نمبر: 9-944
مسلم کمرشل بینک
شاہ فیصل کالونی برانچ کوڈ 1036

بذریعہ جاز کیش JazzCash
+92-300-1201016

طابع: الجنّت پرنٹنگ پریس
مقام اشاعت: جامعہ حمادیہ

www.JamiaHammadia.com
ای میل برائے ماہنامہ الحماد: Mahnama@JamiaHammadia.com
ای میل برائے فتویٰ دارالافتاء: Fatwa@JamiaHammadia.com
ای میل برائے معلومات: Write@JamiaHammadia.com
فیس بک پیج: JamiaHammadiaKarachi

فہرست

بصیرت وبصارت
انسانیت کی تعمیر اور اسکی تین اہم بنیادیں
مولانا قاسم عبداللہ صاحب — 03

نور ہدایت
تفسیر سورۃ اعراف (آیت نمبر 68 تا 84)
پیرطریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد نور اللہ مرقدہ — 07

مشکوۃ نبوت
بدامنی اور خون ریزی
پیرطریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد نور اللہ مرقدہ — 13

مقالات ومضامین

پوشیدہ جہان کی صفائی
حضرت مولانا احسان اللہ غنی — 18

ایک اہم انٹرویو
حافظ محمد نواز کھوسہ — 21

اُردو میں مستعمل فارسی۔۔۔!
پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین — 28

عصمت دری اور قتل
ڈاکٹر محمد رضی الاسلام — 36

سنہرے نقوش (قسط نمبر: ۲۰)
حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب — 51

نقد وتبصرہ
ادارہ — 60

دارالافتاء
حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب — 62

نوٹ! مقالات ومضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔(ادارہ)

مرتب وتصحیح: مولانا احسان غنی حفظہ اللہ — مولانا حمید الرحمن حفظہ اللہ
کمپوزنگ: انیس یوسف حفظہ اللہ

ممبرشپ برائے ماھنامہ الحماد

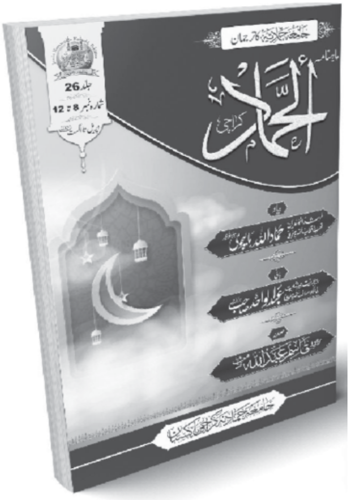

ماہنامہ الحماد کراچی

کی ممبرشپ بذریعہ ڈاک حاصل کرنے کے

لئے ہمیں اس فون نمبر، واٹس ایپ نمبر یا ای میل ایڈریس پر مطلع فرمائیں۔

قیمت فی پرچہ	زرسالانہ
اندرون ملک =/35 روپے	اندرون ملک =/400 روپے بیرون ملک USD: 35$

بینک	جاز کیش
اکاؤنٹ نمبر: 9-944	بذریعہ جازکیش JazzCash
مسلم کمرشل بینک شاہ فیصل کالونی برانچ کوڈ 1036	+92-300-1201016

بذریعہ آن لائن ادائیگی کے بعد دیے گئے موبائل نمبر پر کال یا واٹس کرکے مطلع فرمائیں

خط وکتابت، مضامین ومقالات نیچے دیے گئے پتے، واٹس ایپ نمبر یا ای میل پر ارسال فرمائیں۔

پتہ
ماہنامہ الحماد کراچی
پوسٹ کوڈ نمبر 75230 (پاکستان)
شاہ فیصل کالونی نمبر ۲ کراچی
+92-300-1201016

Mahnama@JamiaHammadia.com

+92-300-1201016 +92-300-1201016

اداریہ

انسانیت کی تعمیر اور اسکی تین اہم بنیادیں

حضرت مولانا قاسم عبداللہ صاحب

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبعد

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور انہیں اشرف المخلوقات بنایا ہے اور ان کو مزاجاً اور طبعاً سماجی جاندار کا رنگ وروپ بخشا ہے۔ ان امور کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دوسرے جانداروں کی طرح زندگی نہ گذارے۔اس کے اعمال، افعال اور اخلاق دوسروں سے اس قدر ممتاز ہوں کہ آدمی کو انسان کہا جا سکے۔ وہ نہ صرف خود انسان رہے، بلکہ دوسروں کو بھی انسان بنانے کی جد وجہد میں شامل ہو، اور تعمیر انسانیت کا کام پوری زندگی تندہی سے کرتا رہے۔ اس پر حیوانیت اور درندگی کا دورہ کبھی نہ پڑے۔تعمیر کا یہ کام جوڑ کا کام ہے،اور جوڑنے کے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں، دیوار جتنی اونچی کھڑی کرنی ہو، بنیاد اتنی ہی مضبوط ہونی چاہئے۔جس طرح کمزور بنیادوں پر محل کھڑے نہی کئے جا سکتے، ویسے ہی تعمیر انسانیت کا کام خود ساختہ بنیادوں پر نہیں کیا جا سکتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس اہم کام کے لئے بنیادیں فراہم کیں ہیں، ان بنیادوں پر اگر ہم نے تعمیر انسانیت کا کام شروع کیا تو انسانیت کی فلک بوس عمارت کھڑی ہوسکتی ہے۔

سب سے پہلی بنیاد یہ ہے کہ ہم سب خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، کہیں کے رہنے والے ہوں، کسی بھی برادری اور علاقے سے تعلق رکھتے ہوں،زبان کوئی سی بھی بولتے ہوں، سب ایک آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے، اس طرح ہم سب ایک نسل اور ایک خاندان کے ہیں، جس کا سرا اس دنیا کے سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام سے ملتا ہے، کسی بنیاد پر کوئی بڑا اور چھوٹا نہیں ہے۔ خاندان، قبائل اور برادریاں آپسی تعارف کے لئے ہیں، نہ کالے کو گورے پر اور نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت

حاصل ہے۔نہ عربی ہونا قابل فخر ہے اور نہ عجمی ہونا ذلت کا سبب ہے، جو جتنا اللہ سے ڈرتا ہے اتنا ہی اللہ کے نزدیک قابل اکرام واحترام ہے،اس طرح دیکھیں تو ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ہمیں ایک دوسرے کا ہمدرد وغم گسار ہونا چاہئے،مصیبت کے وقت مدد کے لئے آگے آنا چاہئے، دکھ درد میں شریک رہنا چاہئے، یہ کام تمام مذاہب، جماعتوں اور گروہوں کی طرف سے ہونا چاہئے۔ ہماری بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو پا رہا۔آج صورت حال یہ ہے کہ ہم اپنے علاوہ دوسروں کو بھائی سمجھتے ہیں اور وہ دوسرے ہمیں چارہ، اسرار جامعی نے مزاحیہ انداز میں اس کا نقشہ کھینچا ہے:

بھائی چارے کا مطلب ہر گز یہ نہ ہونا چاہئے
ہم تو انہیں بھائی سمجھیں اور وہ چارہ ہمیں

حالانکہ بھائی کا دوسرے بھائی کو تکلیف پہنچانا یہ انتہائی قابل مذمت کام ہے، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے انسان محفوظ رہے''، اللہ تعالیٰ نے کسی ایک انسان کے ناحق قتل کرنے کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا اور ایک انسان کی حفاظت کو پوری انسانیت کی حفاظت کے مترادف قرار دیا۔ اتنے بڑے پیمانے پر انسانی بنیادوں پر امن وسکون کا فارمولہ دوسرے مذاہب میں دیکھنے کونہیں ملتا۔

تعمیر انسانیت کی دوسری اہم بنیاد یہ ہے کہ کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، کیونکہ اس کی وجہ سے منافرت پھیلتی ہے اور بغض وعداوت کا بازار گرم ہوتا ہے،حالانکہ ایسا ممکن ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ مذاق اڑانے والے سے بہتر ہو۔اسی طرح کوئی عورت دوسری عورت کا بھی مذاق نہ اڑائے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ دوسری عورت ہی اللہ کے نزدیک بہتر اور پسندیدہ ہو۔مذاق اڑانے ہی کی ایک شکل دوسروں پر آوازیں کسنا، کرید کرید کر عیب نکالنا اور برے القابات سے ایک دوسرے کو موسوم کرنا ہے۔شریعت نے اسے بھی ناپسندیدہ عمل قرار دیاہے، تاکہ لوگوں کے دل نہ ٹوٹیں اور فتنہ وفساد کی آگ سے انسانیت خاکستر نہ ہو۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرے مذاہب والے اللہ کے علاوہ جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، ان معبودان باطل کو بھی برا بھلا نہ کہو، اس لئے کہ وہ جواباً تمہارے خدا کو

برا بھلا کہیں گے اور آپس میں معاملہ جنگ وجدال تک پہنچ جائے گا۔ منافرت کا بازار گرم ہوگا۔

بزرگان دین، اولیائے کرام اور علمائے دین نے اس پر اس قدر عمل کیا کہ ان کی خانقاہوں میں مسلم اور غیر مسلم سبھی کا رجوع عام ہونے لگا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کی خدمت میں کسی نے قینچی پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ فقیر جوڑنے کے لئے آیا ہے، مجھے تو سوئی دھاگا دو تاکہ میں پھٹے ہوئے دلوں کی بخیہ گری کا کام انجام دے سکوں، فقیر کے ہاں قینچی کا کیا مصرف ہے؟۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک بار ایک بڑھیا حلوا لے کر آئی اور کہا کہ بیٹا میں خاص کر تیرے لئے بنا کر لائی ہوں اور بغیر کھلائے نہی جاؤں گی، آپ نے حلوا نوش فرمالیا، بڑھیا کے جانے کے بعد لوگوں نے کہا کہ آپ کا تو روزہ تھا! فرمایا نفلی روزہ تھا، یاد رکھو روزے کی قضا تو ہوسکتی ہے لیکن دل ٹوٹنے کی کوئی قضا نہیں ہے، میں نہیں کھاتا تو بڑھیا کا دل ٹوٹ جاتا۔ اگر اس قدر دوسروں کی دل جوئی کا خیال رکھا جائے تو قصر انسانیت کا فلک بوس ہونا ممکن ہوجائے گا۔

تعمیر انسانیت کی تیسری بنیاد حقوق کی طلب اور فرائض کی ادائیگی میں اعتدال اور توازن کا قیام ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے حقیقی اور فرضی حقوق کے حصول کے لئے بے چین ہے، احتجاج، جلوس، مظاہرے، ہڑتال اور پہیہ جام کا چلن اس قدر عام ہوگیا ہے کہ لوگ سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ ہر گروہ، ہر پارٹی اور مزدوروں کی یونین یہ سب حقوق کے حصول کے نام پر لڑائی کر رہے ہیں۔ بعض دفعہ خودکشی اور خودسوزی کے واقعات بھی سامنے آتے ہیں، جس سے انسانیت شرم سار ہوتی ہے۔ اب ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ آپ نے اپنے فرائض کی ادائیگی کا کتنا خیال رکھا؟ کیا آپ وقت پر دفتر جاتے ہیں؟ پورے وقت کام کرتے ہیں؟ دفتر کے اوقات میں دوسری مصروفیات میں وقت تو نہیں لگاتے؟ دفتر کا وقت ختم ہوتا ہے تب گھر کے لئے نکلتے ہیں؟ تو جواب نفی میں آئے گا۔ فرائض کے معاملہ میں تو حال یہ ہے کہ "بارہ بجے لیٹ نہیں اور تین بجے کے بعد بھینٹ نہیں" ابھی گئے تو بہت سارا وقت غیر ضروری کاموں میں لگا دیا، گپیں لڑانے سے فرصت نہیں، جبکہ اپنے حقوق کے حصول میں کوئی رعایت نہیں کہ ہر بندہ

و ادارہ ہمارے حقوق کا خیال کرے ،مگر ہم کو کسی کے حقوق کا خیال نہ کرنا پڑے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے حقوق کے حصول کی جنگ لڑ رہا ہے مگر اپنے فرائض سے غافل ہے۔تو اس طرح تعمیر انسانیت کا کام نہیں کیا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے معاشرے کا جو نظام بنایا ہے، اس میں حقوق وفرائض کا چولی دامن کا ساتھ رکھا ہے، ایک کے تئیں حساسیت اور دوسرے سے غفلت کے ساتھ یہ نظام چل ہی نہیں سکتا۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جہاں ہر ایک کے حقوق متعین کیئے وہیں فرائض کی طرف بھی توجہ دلائی ''حقوق چھین کر لئے جائیں'' کا نعرہ دینے والوں کو حقوق کی ادائیگی پر ابھارا اور حکم دیا کہ قرابت داروں، مسکینوں، یتیموں اور مسافروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ترکہ کی تقسیم تجہیز وتکفین، ادائیگی وصیت وقرض کے بعد فوراً کردو، غرباء کو کھیتی کٹنے کے دن ان کا حق دیدو، اور مزدوروں کی اجرت ان کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کردو، مانگنے والوں کو مت جھڑکو اور اگر ان کو کچھ نہیں دے سکتے تو بہتر انداز میں معذرت کرلو، جو تم سے ٹوٹ رہے ہیں ان کو جوڑو اور جس نے ظلم کیا اسے معاف کردو۔ یہ بھی بتایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پیارا انسان وہ ہے، جو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہے۔

تعمیر انسانیت کی اور بھی بنیادیں ڈھونڈی جا سکتی ہیں۔لیکن ان تین امور کی حیثیت سنگ بنیاد کی ہے ۔ اگر ان کا خیال رکھ لیا جائے تو پوری دنیا سے فساد وبگاڑ کا ماحول ختم ہوسکتا ہے، دلوں کی دوریاں قربت میں بدل سکتی ہیں ۔ آج ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر اس اہم کام میں لگ جائیں تاکہ یہ دنیا انسانوں کے رہنے کے قابل ہو سکے ۔

نور ہدایت

سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آیت نمبر 68تا84

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالاتِ رَبِّيْ وَأَنَاْ لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِيْنٌ ○ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءكُمْ ذِكْرٌ
مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذكُرُواْ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاء مِن بَعْدِ قَوْمِ
نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِيْ الْخَلْقِ بَصْطَةً فَاذْكُرُواْ آلاء اللّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ قَالُواْ
أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ
الصَّادِقِيْنَ ○ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِيْ فِيْ
أَسْمَاء سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُواْ إِنِّيْ
مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِيْنَ ○ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُواْ مُؤْمِنِيْنَ ○ وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يَا قَوْمِ
اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَـذِهِ نَاقَةُ اللّهِ
لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِيْ أَرْضِ اللّهِ وَلاَ تَمَسُّوهَا بِسُوَءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ
أَلِيْمٌ ○ وَاذْكُرُواْ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاء مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِيْ الأَرْضِ
تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُوراً وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتاً فَاذْكُرُواْ آلاء اللّهِ وَلاَ
تَعْثَوْا فِيْ الأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ قَالَ الْمَلأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُواْ مِن قَوْمِهِ لِلَّذِيْنَ

اسْتُضْعِفُواْ لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحاً مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ قَالُواْ إِنَّا بِمَا
أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُواْ إِنَّا بِالَّذِيَ آمَنتُمْ بِهِ
كَافِرُون ۝ فَعَقَرُواْ النَّاقَةَ وَعَتَوْاْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُواْ يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا
إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُواْ فِيْ دَارِهِمْ
جَاثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ
وَلَكِن لاَّ تُحِبُّونَ النَّاصِحِيْنَ ۝ وَلُوطاً إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا
سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّن الْعَالَمِيْنَ ۝ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ
النِّسَاء بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلاَّ أَن قَالُواْ
أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلاَّ امْرَأَتَهُ
كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِيْنَ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَراً فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُجْرِمِيْنَ ۝

ترجمہ:

میں اپنے پروردگار کے پیغامات تم تک پہنچاتا ہوں، اور میں تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جس پر تم اطمینان کر سکتے ہو(٦٨) بھلا کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے رب کی نصیحت ایک ایسے آدمی کے ذریعے تم تک پہنچی ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تاکہ وہ تمہیں خبردار کرے؟ اور وہ وقت یاد کرو جب اُس نے نوح (علیہ السلام) کی قوم کے بعد تمہیں جانشین بنایا، اور جسم کی ڈیل ڈول میں تمہیں (دوسروں سے) بڑھا چڑھا کر رکھا۔ لہٰذا اللہ کی نعمتوں پر دھیان دو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو(٦٩) انہوں نے کہا: کیا تم ہمارے پاس اِس لیے آئے ہو کہ ہم تنہا اللہ کی عبادت کریں، اور جن (بتوں) کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں، انہیں چھوڑ بیٹھیں؟ اچھا اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہمارے سامنے وہ (عذاب) جس کی ہمیں دھمکی دے رہے ہو!(٧٠) ہود نے

کہا: اب تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور قہر کا آناطے ہو چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے (مختلف بتوں کے) اُن ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، جن کی تائید میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی؟ بس تو اَب تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں" (۷۱) چنانچہ ہم نے اُن کو (یعنی ہود علیہ السلام کو) اور اُن کے ساتھیوں کو اپنی رحمت کے ذریعے نجات دی، اور اُن لوگوں کی جڑ کاٹ ڈالی جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا، اور مؤمن نہیں ہوئے تھے (۷۲) اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل آچکی ہے۔ یہ اللہ کی اُونٹنی ہے جو تمہارے لیے ایک نشانی بن کر آئی ہے اس لیے اس کو آزاد چھوڑ دو کہ وہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے، اور اسے کسی برائی کے ارادے سے چھونا بھی نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں ایک دُکھ دینے والا عذاب آپکڑے (۷۳) اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قومِ عاد کے بعد جانشین بنایا، اور تمہیں زمین پر اس طرح بسایا کہ تم اُس کے ہموار علاقوں میں محل بناتے ہو، اور پہاڑوں کو تراش کر گھروں کی شکل دے دیتے ہو۔ لہٰذا اللہ کی نعمتوں پر دِھیان دو، اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو" (۷۴) اُن کی قوم کے سرداروں نے جو بڑائی کے گھمنڈ میں تھے، اُن کمزوروں سے پوچھا جو اِیمان لے آئے تھے کہ: "کیا تمہیں اِس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کے طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں؟" انہوں نے کہا کہ: "بیشک ہم تو اُس پیغام پر پورا اِیمان رکھتے ہیں جو اُن کے ذریعے بھیجا گیا ہے" (۷۵) وہ مغرور لوگ کہنے لگے: "جس پیغام پر تم ایمان لائے ہو، اُس کے تو ہم سب منکر ہیں" (۷۶) چنانچہ انہوں نے اُونٹنی کو مار ڈالا، اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی، اور کہا: "صالح! اگر تم واقعی ایک پیغمبر ہو تو لے آؤ وہ (عذاب)

جس کی ہمیں دھمکی دیتے ہو!"(۷۷)نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں زلزلے نے آ پکڑا، اور وہ اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے(۷۸)اس موقع پر صالح اُن سے منہ موڑ کر چل دیئے ،اور کہنے لگے:"اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا،اور تمہاری خیر خواہی کی،مگر(افسوس کہ) تم خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے(۷۹)اور ہم نے لوط کو بھیجا، جب اُس نے اپنی قوم سے کہا:"کیا تم اُس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے دُنیا جہان کے کسی شخص نے نہیں کی ؟(۸۰)تم جنسی ہوس پوری کرنے کے لیے عورتوں کے بجائے مردوں کے پاس جاتے ہو۔(اور یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں،) بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ(شرافت کی) تمام حدیں پھلانگ چکے ہو"(۸۱)اُن کی قوم کا جواب یہ کہنے کے سوا کچھ اور نہیں تھا:"نکالو اِن کو اپنی بستی سے ! یہ لوگ ہیں جو بڑے پاکباز بنتے ہیں !"(۸۲)پھر ہوا یہ کہ ہم نے اُن کو (یعنی لوط علیہ السلام کو) اور ان کے گھر والوں کو (بستی سے نکال کر) بچالیا، البتہ اُن کی بیوی تھی جو باقی لوگوں میں شامل رہی(جو عذاب کا نشانہ بنے) (۸۳)اور ہم نے اُن پر(پتھروں کی) ایک بارش برسائی۔اب دیکھو! ان مجرموں کا انجام کیسا(ہولناک)ہوا؟(۸۴)

تفسیر

وَزَادَكُمۡ فِي الۡخَلۡقِ بَصۡطَةً الخ

یہ لوگ اپنے قد و قامت میں اتنے لمبے چوڑے تھے کہ سورۂ فجر(۸:۸۹)میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان جیسی قوم کسی بھی ملک میں پیدا نہیں کی گئی ۔

وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمۡ صَالِحاً الخ

ثمود بھی قومِ عاد ہی کی نسل سے پیدا ہوئی تھی، اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مؤمن ساتھی جو عذاب سے بچ گئے تھے ،یہ ان کی اولاد تھی، اور ثمود اُن کے دادا کا نام تھا۔اسی لیے اس کو

عادِ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قوم عرب اور شام کے درمیان اُس علاقے میں آباد تھی، جس کو اُس وقت ''حجر'' کہا جاتا تھا، اور آج کل اُسے ''مدائن صالح'' کہتے ہیں، اور آج بھی ان کے گھروں اور محلات کے کھنڈر موجود ہیں،اور پہاڑوں سے تراشی ہوئی عمارتوں کے آثار جن کا ذکر آیت ۷۴ میں ہے،آج بھی وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔عرب کے مشرکین جب تجارتی سفر پر شام جاتے تو یہ کھنڈر ایک نشانِ عبرت کے طور پر ان کے راستے میں پڑتے تھے، اور قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر انہیں اس کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ اس قوم میں بھی رفتہ رفتہ بت پرستی کی بیماری پیدا ہوگئی تھی، اور اس کے نتیجے میں بہت سی عملی خرابیاں پھیل گئی تھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام اسی قوم کے ایک فرد تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کو راہِ راست دِکھانے کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا۔لیکن یہاں بھی وہی صورت پیش آئی کہ قوم کی اکثریت نے ان کی بات نہیں مانی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جوانی سے بڑھاپے تک مسلسل اُن کو تبلیغ جاری رکھی ،آخر کار ان لوگوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ ہمارے سامنے کے پہاڑ سے کوئی اونٹنی نکال کر دکھادیں گے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دُعا فرمائی، اور اللہ نے پہاڑ سے اُونٹنی بھی نکال کر دِکھادی۔ اس پر کچھ لوگ تو ایمان لے آئے، مگر بڑے بڑے سردار اپنے عہد سے پھر گئے،اور نہ صرف یہ کہ اپنی ضد پر اَڑے رہے، بلکہ جو دوسرے لوگ ایمان لانے کا ارادہ کر رہے تھے انہیں بھی روک دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آجائے گا، اس لیے انہوں نے فرمایا کہ کم از کم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اس اُونٹنی کو تم آزاد چھوڑے رکھو، اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور اُونٹنی کو چونکہ پورے کنویں کا پانی درکار ہوتا تھا اس لیے اس کی باری مقرر کر دی کہ ایک دن اُونٹنی کنویں کا پانی پیئے گی اور دوسرے دن آبادی کے لوگ پانی لیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ قوم کے کچھ لوگوں نے اُونٹنی کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا،اور آخر ایک شخص نے جس کا نام قذار تھا،اس کو قتل کر ڈالا۔اس موقع پر حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں متنبہ کیا کہ اب ان کی زندگی کے صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں، جس کے بعد وہ

عذاب سے ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی بتادیا تھا کہ ان تین دنوں میں ہر دن اُن کے چہروں کا رنگ بدل جائے گا۔ یعنی پہلے دن رنگ پیلا، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن کالا جائے گا۔ اس کے باوجود اس ضدی قوم نے توبہ اور اِستغفار کرنے کے بجائے خود حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، جس کا ذکر قرآن کریم نے سورۂ (۲۷:۴۸و۴۹) میں فرمایا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں راستے ہی میں ہلاک کر دیا، اور ان کا منصوبہ دھرا رہ گیا۔ آخر کار تین دن اسی طرح گذرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا، اسی حالت میں شدید زلزلہ آیا، اور آسمان سے ایک ہیبت ناک چیخ کی آواز نے ان سب کو ہلاک کر ڈالا۔

وَلُوطاً إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ الخ

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، جو اپنے مقدس چچا کی طرح عراق میں پیدا ہوئے تھے، اور جب انہوں نے وہاں سے ہجرت کی تو حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کے ساتھ وطن سے نکل آئے۔ بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے علاقہ میں آباد ہوئے، اور حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اُردُن کے شہر سدوم میں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ سدوم ایک مرکزی شہر تھا، اور اس کے مضافات میں عمورہ وغیرہ کی بستیاں آباد تھیں۔ کفر وشرک کے علاوہ ان بستیوں کی شرمناک بدعملی یہ تھی کہ وہ ہم جنسی کی لعنت میں گرفتار تھے، جس کا ارتکاب قرآنِ کریم کی تصریح کے مطابق ان سے پہلے دُنیا کے کسی فرد نے نہیں کیا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے اَحکام پہنچائے، اور عذاب سے بھی ڈرایا، لیکن جب یہ لوگ اپنی خباثت سے باز نہ آئے تو ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی، اور ان تمام بستیوں کو اُلٹ دیا گیا۔ آج بحرمیت کے نام سے جو سمندر ہے، کہتے ہیں کہ یہ بستیاں یا تو اُس میں ڈوب گئی ہیں، یا اُس کے آس پاس تھیں جن کا نشان واضح نہیں رہا۔ حضرت لوط علیہ السلام کا اس قوم کے ساتھ نسبی تعلق نہیں تھا، پھر بھی اس آیت میں اسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کہا گیا ہے، کیونکہ یہ وہ اُمت تھی جس کی طرف اُن کو بھیجا گیا تھا۔

مشکوٰۃ نبوت ﷺ

بدامنی اور خون ریزی

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ

خونریزی کا فتنہ ایک پیشگوئی

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لاتذھب الدنیا حتی یأتی علی الناس یوم لایدری القاتل فیما قتل ولا المقتول فیما قتل فقیل کیف یکون ذالک قال الھرج. القاتل والمقتول فی النار. (رواہ المسلم)

’’جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ پوری دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن (یعنی بدامنی وانتشار اور فتنہ وفساد کی شدتِ انتہا سے بھرا ہوا وہ دور) نہ آجائے جس میں نہ قاتل کو یہ معلوم ہوگا کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ مقتول (یا اس کے ورثاء ومتعلقین) کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا، پوچھا گیا یہ کیونکر ہوگا (یعنی قاتل ومقتول دونوں کو قتل کا سبب معلوم نہ ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ہرج کے سبب‘‘ نیز قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ فتنہ اس قدر عام ہوگا کہ اچھے برے کی تمیز مٹ جائے گی حق وباطل باہم خلط ملط ہوجائیں گے اور دل ودماغ سے انسانی خون کی حرمت کا احساس مٹ جائے گا، نیتِ کا فتور اس قدر عام ہوجائے گا کہ بظاہر مقتول مظلوم نظر آئے گا لیکن وہ بھی اپنے اندر ظلم وطغیان کا فتنہ چھپایا ہوا ہوگا چونکہ وہ

خود بھی قاتل کو قتل کرنا چاہتا تھا اس کو تباہ و برباد کرنے کی خواہش رکھتا تھا اس لئے وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ستکون فتنۃ تستنظف العرب قتلاھا فی النار اللسان فیھا أشد من وقع السیف. (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

’’جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب ایک فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جو پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا (اور اس کے برے اثرات ہر ایک تک پہنچیں گے) اس فتنہ میں قتل ہوجانے والے لوگ بھی دوزخ میں جائیں گے نیز اس فتنہ کے وقت زبان کھولنا (یعنی کسی کو برا بھلا کہنا اور عیب جوئی و نکتہ چینی کرنا یا زبانی حمایت کرنا) تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت مضر ہوگا۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ عرب میں فتنہ اس طرح ظاہر ہوگا کہ محض جاہ واقتدار اور دولت وسلطنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوں گے کوئی دینی مقصد نہیں ہوگا، محض ذاتی اغراض وخواہشات اور دیگر غیر دینی اسباب وعوامل کے تحت اندھا دھند آپس میں خون ریزی کریں گے اور ایک دوسرے کو جانی ومالی نقصان پہنچائیں گے۔ جو شخص اس قتل وقتال میں شریک ہو اور قتل ہوجائے اس کے بارے میں آپ ﷺ نے واضح طور پر فرما دیا کہ وہ جہنم میں جائے گا اس لئے خوب احتیاط کی ضرورت ہے خاص طور پر آپ ﷺ نے ایسے موقع پر زبان کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے، کیونکہ بعض دفعہ بلاتحقیق معمولی بات زبان سے سرزد ہوتی ہے اور افواہ پورے شہر میں بلکہ پورے ملک میں پھیل جاتی ہے، اس سے خوب خون خرابہ ہوتا ہے اس لئے زبان کی حفاظت کی بہت سخت تاکید ہے۔

باقی ایسے فتنہ کے وقت کوئی شخص اس میں کسی طرح بھی شریک نہ ہو اور ظلماً قتل ہوجائے تو قاتل تو جہنمی ہوگا لیکن مقتول شہید ہوگا۔ وہ جہنمی نہیں ہوگا۔

قومیت ولسانیت پر حمیت اور خون ناحق

عن جبیر بن مطعم أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لیس منا من دعا الٰی عصبیۃ ولیس منا من مات علی عصبیۃ. (رواہ ابوداؤد)

’’جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے (یعنی ہمارے اہل ملت یا ہمارے اہل طریقہ میں سے نہیں ہے) جو لوگوں کو عصبیت کی دعوت دے۔(یعنی لوگوں کو کسی ناحق معاملہ میں حمایت کرنے پر آمادہ کرے) نہ وہ شخص ہم میں سے ہے جو عصبیت کے سبب جنگ کرے اسی عصبیت کی حالت میں مرجائے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ عصبیت میں مبتلا ہونا یعنی اس شخص یا قوم کی مدد کرنا جو بالکل باطل پر ہو ہر حال میں مذموم اورممنوع ہے کیونکہ اس میں موت کفر پر آنے کا بھی خطرہ ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال كسع رجل من المهاجرين رجلا من الأنصار فاجتمع قوم ذا وقوم ذا فقال هؤلاء يا للمهاجرين وقال هولاء يا للانصار فبلغ ذالک النبی ﷺ فقال: دعوها فانها منتنة قال: ثم قال: آلا ما بال دعوى الجاهلية الا ما بال دعوى الجاهلية. (مسنداحمد: ج/۳،ص/۳۲۸)

’’حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک مہاجر صحابی ؓ نے کسی بات پر ناراض ہوکر ایک انصاری صحابی ؓ کو لات ماردی اس پر دونوں جماعتوں کے لوگ جمع ہوگئے، مہاجر نے مہاجرین کی جماعت کو اور انصاری نے انصار کی جماعت کو مدد کے لئے پکارا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو (موقع پر پہنچ کر) ارشاد فرمایا کہ اس قسم کی باتوں کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ بدبودار ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ سن لو (قومیت کی بنیاد پر مدد کے لئے پکارنا یا مدد کے لئے جمع ہونا) یہ جاہلیت کا نعرہ ہے،سن لو یہ جاہلیت کا نعرہ ہے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ اسلام سے قبل صرف لسانیت وقومیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کی جاتی تھی، حق وباطل کا لحاظ نہیں ہوتا تھا، اس میں باطل پر کسی کی مدد کرنا حرام ہے، اس کو جاہلیت کا نعرہ قرار دینے کا مطلب یہی ہے کہ کفریہ نعرہ ہے ایک مسلمان ایسا کام ہرگز نہیں کرسکتا۔

عصبیت کی موت مرنے والے جہنمی

عن ابی موسیٰ الاشعری ؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا التقی المسلمان بسیفیھما فالقاتل والمقتول فی النار. قالوا: یا رسول اللّٰہ ھذا القاتل فما بال المقتول؟ قال: انہ اراد قتل صاحبہ.

(بخاری: ج/۱،ص/، ۱۰۴۸، ابن ماجہ:ص/۲۹۴)

’’ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ’’مسلمان (آپس میں قتل وقتال کے لئے) تلوار لیکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آجاتے ہیں تو دونوں ہی جہنمی ہیں (یعنی دونوں جہنم کے مستحق ہوگئے) عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ میں آیا ہے (کہ اس نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا) مقتول کا کیا قصور ہے (کہ اسے بھی جہنم میں ڈالا جائے گا) تو ارشاد فرمایا کہ وہ بھی اپنے مد مقابل کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا اگر اس کا بس چلتا تو وہ بھی قتل کردیتا۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی آپس کی خون ریزی اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر اپنا خون بھی اس غلط راستہ پر بہہ جائے وہ بھی جہنم میں دخول کا سبب بنے گا۔

ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو عصبیت قومیت اور اپنی جماعت کی ناحق حمایت کرتے ہوئے موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں پھر پیچھے والے انہیں (نعوذ باللہ) شہید قرار دیتے ہیں ۔ یہ رتبہ شہادت کی انتہائی توہین ہے ۔ اس لئے کہ اسلام میں شہادت ایک بہت بڑا مرتبہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی دین کی سربلندی کے لئے جان قربان کرنے والوں کو ملتا ہے حقیقی شہادت انہیں کو ملتی ہے اگرچہ احادیث میں اور

بہت سے مرنے والوں کو بھی حکماً شہید قرار دیا گیا ہے تاہم عصبیت کی موت مرنے والے کو شہید قرار دینا بہت خطرناک بات ہے اس لئے جناب نبی کریم ا ایسے مرنے والوں کے متعلق اعلان فرمارہے ان کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں اس کے برخلاف ہم انہیں بزعم خویش شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز کردیں گویا شہادت اپنے گھر کی لونڈی ہے جسے چاہیں دے دیں۔اس سے خوب احتیاط کرنے کی ضرورت ہے بلکہ نیک اور صالح لوگوں کو قومی عصبیت کی خاطر لڑتے ہوئے مرنے والوں کے جنازہ میں بھی شرکت نہیں کرنی چاہیے تاکہ عبرت ہو۔

رحمت بوٹ ہاؤس

پشاوری سینڈل، جوگرشوز، لیڈی سینڈل، کورشوز،
پمپی، ہوائی چپل ،نائیلون کی چپل بھی دستیاب ہے

دینی مدارس ،اقراء اسکولزاورالحمادروضۃ الاطفال کے طلبہ وطالبات کیلئے شوز پرخصوصی رعایت

پروپرائیٹر: سید مبشر اللہ احمد راشد 0321-2548435

السید ہاؤس MC-1441 گرین ٹاؤن ،عظیم پورہ ، Y کا آخری اسٹاپ ، کراچی

پوشیدہ جہان کی صفائی

حضرت مولانا احسان اللہ غنی

ہم سب کو اللہ رب العزت نے انسان بنایا ہے ،اور ہم سب کو اپنے انسان ہونے پر فخر بھی ضرور ہونا چاہیے کیونکہ انسان ہی اشرف المخلوقات ہے۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ ''انسان'' ہے کس شئی کا نام؟ کیا انسان صرف گوشت پوست و ظاہری اعضاء کا ہی نام ہے؟ اس میں جتنا غور کریں گے تو آپ کو ان سوالوں کا جواب نفی کی ہی صورت میں ملے گا۔اس پر ایک مثال دیکھیں کہ ''خالد ایک انسان ہے، جب تک وہ زندہ ہے تو وہ اپنی تمام جائیداد کا مالک ہے، اس کی بیوی ہے تو یہ اس کا شوہر ہے، اپنے دفتر کا افسر اور اپنے عملے کا نگران ہے، اس کا حکم چلتا ہے اور بچے اس سے ڈرتے ہیں، اب جب تک وہ حیات ہے اور اس کے سانس کی ڈوری چل رہی ہے تو کسی کو جرأت و اجازت نہیں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی جائیداد لے لے، اس کی بیوی کو اپنے نکاح میں لے لے ،اور اگر کسی شخص نے ایسا کرلیا تو وہ مجرم کہلائے گا اور سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔ لیکن جیسے ہی اس کے سانس کی ڈوری ٹوٹتی ہے تو وہ نہ اپنی جائیداد کا مالک رہا، نہ بیوی اس کی اب بیوی رہی، اور نہ وہ کسی جگہ کا آفیسر ،اس کی لاش گھر میں موجود ہونے کی حالت میں بھی اس کی دولت کسی اور کی ہوچکی ہے ،اس کے ماتحت اب اس کے حکم کے غلام نہ رہے''۔

اب اگر ہم انسان کو محض گوشت پوست کا ہی نام دیں تو پھر اس پر سوال ہوگا کہ یہ اتنا بڑا انقلاب کیسے اور کیونکر برپا ہوگیا؟ حالانکہ اس کا جسم بھی وہی اور اعضاء و جوارح بھی وہی ہیں لیکن اس کو اب کوئی

انسان نہیں کہتا، اس کو اب انسانی حقوق حاصل نہیں۔

اس ساری بات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ’’ انسان محض گوشت پوست کا نام ہی نہیں ہے اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے جس کے مجموعہ سے انسان وجود پاتا ہے۔اب وہ کیا چیز ہے تو وہ ’’روح‘‘ ہے۔ انسان اسی روح اور جسم کے مجموعہ کا نام ہے، لہٰذا جب تک روح کا تعلق جسم کے ساتھ رہتا ہے اس وقت تک انسان کو بھی انسان کہا جاتا ہے،اور جیسے ہی روح اور جسم کا تعلق ٹوٹتا ہے تو وہ انسان نہیں رہتا بلکہ ایک بے جان لاشہ بن جاتا ہے۔

اس کو ہم دوسرے انداز سے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسان کے اندر دو جہان آباد ہیں، ایک ظاہری جسم کا جہاں جس کو ہم دیکھ سکتے ہیں محسوس و چھو سکتے ہیں، اور دوسرا باطنی اور چھپا ہوا جہاں جس کو ہم آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے اور نہ ہی اس کو چھو سکتے ہیں۔‘‘

اور یہ جو باطنی جہان ہے اسی میں ہماری’’روح‘‘ آباد ہے۔اسی خفیہ دنیا میں انسان کا دل موجود ہے اور خواہشات بھی اسی جگہ جنم لیتی ہیں۔نفرت و محبت،غم و خوشی، ایثار وبغض وغیرہ کے جذبات بھی اسی جگہ رہائش رکھتے ہیں۔اور حقیقت حال یہ ہے کہ یہی خفیہ دنیا انسان کی اصل دنیا ہے کیونکہ جب تک باطنی جہان کا نظام چلتا رہتا ہے تو انسان’’زندہ‘‘ رہتا ہے اُسے معاشرے میں حقوق حاصل رہتے ہیں، اور جیسے ہی یہ نظام رکتا ہے تو اسی وقت انسان مُردہ کہلانے لگتا ہے اور اس کے تمام حقوق سلب ہوجاتے ہیں۔

اب جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ انسان دوجہانوں کا مجموعہ ہے تو یہاں یہ بھی معاملہ ہے کہ جس طرح ظاہری جہان کی بیماریاں ہیں مثلاً ٹی بی، یرقان، مالیخولیا، بخار، کھانسی وغیرہ تو اس طرح باطنی جہاں کی بھی بیماریاں ہیں۔جیسا کہ نفرت،بغض وعناد،حب جاہ و حب مال وغیرہ کہ جس طرح ظاہری جہان بیمار ہوتا ہے تو اسی طرح باطنی جہان بھی بیمار ہوتا ہے۔

انسان پر ضروری ہے کہ وہ جس طرح اپنے ظاہری جسم و جہان کو بیماریوں اور گندگیوں سے محفوظ رکھتا ہے تو اسی طرح باطنی جہان کو بھی بیماریوں وگندگیوں سے محفوظ رکھے،دل و روح کو پاکیزہ رکھے۔ اسلام

نے ظاہری جہان کی طرح باطنی جہان کے لیے بھی مستقل احکام دیے ہیں تو ہر انسان پر لازم ہے کہ ان پر عمل پیرا رہے گا تاکہ اس کا باطنی جہان آباد وصحت مند رہے۔

اسی باطنی جہان کی صفائی کا نما ''تصوف'' ہے، اسی جہان کو صاف رکھنے کے لیے تصوف کی راہ دکھائی جاتی ہے کہ جس میں آپ کی روح و دل کی صفائی کی جاتی ہے کیونکہ دل ہی اصلاح وفساد کا مرکز ہے:

''ألا ان في الجسد المضغة اذا صلحت صلح الجسد كله، واذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهى القلب.'' (الصحيح البخارى)

ترجمہ: '' خبردار! جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہے تو پورا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یہ دل ہے''۔

اب دل کس طرح سے سنورتا ہے؟ اور کس طرح بگڑتا ہے؟ یہ سب باتیں تصوف سے ہی معلوم ہوتی ہیں اور بگڑے دل کا علاج بھی تصوف سے کیا جاتا ہے۔

ایک اہم انٹرویو

حافظ محمد نواز کھوسہ

سوال نمبر۔۱: حضرت آپ اپنا نسب نامہ بیان فرمائیں؟

جواب: (مولانا) عبید اللہ بن حضرت اقدس مولانا سائیں عبد الصمد صاحب دامت برکاتہم بن حضرت سائیں مولانا الحافظ محمود اسعد نور اللہ مرقدہٗ بن حضرت قطب الاقطاب امام الوقت حضرت اقدس مولانا سائیں حماد اللہ ھالیجوی نور اللہ مرقدہ بن حضرت مولانا محمود رحمہ اللہ بن محمد پریل بن عبد اللہ، ذات اندھڑ ساکن ھالیجی شریف تحصیل پنو عاقل ضلع سکھر سندھ۔

میری پیدائش ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۹۵۸ء ھالیجی شریف میں ہوئی۔ اس حساب سے میری عمر اس وقت 62 سال ہے۔ تحنیک کے لیے مجھے دادا جان رحمہ اللہ کے پاس لے گئے۔ دادا جان رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ کی کھجور چبا کر اُس کا رَس مجھے چٹایا اور میرے ایک کان میں آذان اور دوسرے میں تکبیر کہی اور پھر میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر بڑی دیر تک دعا کرتے رہے۔

مجھے پیدا ہوتے ہی بہت خوش نصیبیاں حاصل ہوئیں۔ ایک تو مدینہ المنورہ کی کھجور جو عین وقت پر دستیاب نہیں ہوتی۔ دوسری حضرت دادا جان رحمہ اللہ کا لعاب دھن، تیسری خود حضرت دادا جان رحمہ اللہ کا میرے کانوں میں آذان اور تکبیر کہنا اور چوتھا میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیر تک میرے لیے دعا کرنا۔

میرے دادا جان رحمہ اللہ اپنے وقت کے قطب تھے۔ آج کل جو تھوڑا بہت مجھ سے دین کا کام ہو رہا ہے۔ وہ میرے دادا جان رحمہ اللہ اور میرے گرامی قدر والد صاحب دامت برکاتہم کی دعاؤں کا اثر ہے۔

سوال نمبر۔۲: حضرت آپ اپنی تعلیم کا احوال شروع سے اخیر تک بیان فرمائیں؟

جواب: میں جب چار پانچ سال کا ہوا اور اچھی طرح بات کرنے لگا تو پہلے اپنی والدہ ماجدہ کے

پاس بغدادی قاعدہ شروع کیا۔ میری والدہ ماجدہ اپنے گھر کے بچوں اور پڑوس کے بچے وبچیوں کو قرآن مجید پڑھاتی تھیں۔

اُس کے بعد پھر اپنے مدرسے کے ایک اُستادِ خدا رسیدہ مولانا غلام سرور صاحب سے دوبارہ بغدادی قاعدہ اور ابتدائی پارہ پڑھا۔اُس کے بعد اپنے ہی مدرسے کے ایک اُستاد حافظ خدا بخش مرحوم کے پاس کچھ ابتدائی پارے پڑھے۔

اُس کے بعد قرآن مجید ناظرہ اور آخری پارہ حفظ حضرت اُستاد تاج محمد اندھڑ رحمہ اللہ کے پاس پڑھ کر پورا کیا۔

پھر میرے اُستاد بعد میں میرے سسر بنے۔ان کا نکاح حضرت بڑے سائیں حماد اللہ نور اللہ مرقدہٗ نے میرے دادا جان حضرت حافظ محمود اسعد رحمہ اللہ کی بیٹی کے ساتھ خود پڑھایا تھا۔

قرآن مجید ناظرہ اور آخری پارہ یاد کرنے کے بعد میرے دادا جان رحمہ اللہ نے مجھے ایک دوسرے شہر سانگی پڑھنے کے لیے حافظ ارباب سومرو صاحب کے پاس بھیج دیا،وہاں مجھے حضرت دادا جان مرحوم کے ایک مُرید نور محمد صاحب سائیکل پر لے گئے۔اُس وقت سواری کی سہولت نہیں تھی۔ وہی مُرید صاحب مجھے جمعرات کو سائیکل پر واپس گھر لے آتے۔ایک مرتبہ سائیکل پر آتے ہوئے میرا پیر زخمی ہوا تھا تو میں کافی دن گھر میں تھا۔پھر جب پاؤں ٹھیک ہوا تو پھر دادا جان رحمہ اللہ نے مجھے سانگی کے مدرسے بھیج دیا۔

حضرت دادا جانؒ فرماتے تھے کہ پیروں اور مولویوں کی اولاد اکثر دینی تعلیم سے محروم رہتی ہے۔اس وجہ سے میں تمہیں گھر کے مدرسے میں نہیں پڑھاتا۔ تاکہ گھر سے دور رہ کر تمہیں احساس ہو کہ بغیر دینی تعلیم حاصل کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔میرے داد جان مرحوم کو میری تعلیم کے بارے میں بڑی فکر تھی۔اس لیے مجھے اپنی نگرانی میں تعلیم دلوائی۔

سانگی پڑھنے کے دوران پھر مجھے داداجان رحمہ اللہ نے شکارپور ضلع کے ایک گاؤں میں پڑھنے حضرت بڑے ھالیجوی نور اللہ مرقدہٗ کے ایک مُرید مولانا عمر الدین سھندڑہ صاحب کے مدرسے بھیجا۔

وہاں میں نے حضرت اُستاد حافظ میر محمد سندڑہ کے پاس سورۃ زُمر تک پڑھا۔

کافی مدرسے تبدیل کرنے کی وجہ سے میرا قرآن مجید کچا (غیر پختہ) رہ گیا۔ سو دادا جان رحمہ اللہ نے مجھے وہاں سے واپس بلا کر بڑے حضرتؒ کے ایک مُرید فقیر عبدالحمید صاحب کے ساتھ خیر پور کے مدرسے حفظ القرآن میں بھیج دیا۔

اُس مدرسے میں، میں نے مسلسل تین سال تک پڑھ کر اپنا قرآن مجید پورا کیا یہ ۱۹۷۲ء بمطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ کی بات ہے۔

اُس کے بعد داداجان رحمہ اللہ نے مجھے پھر قرآن مجید پختہ کرنے کے لیے حافظ دوست علی مرحوم کے ساتھ امروٹ شریف کے مدرسے میں بھیجا۔ وہاں میں نے محنت کر کے قرآن مجید کو اور زیادہ پختہ کیا۔ حافظ دوست علی صاحب کو پھر دادا جان رحمہ اللہ نے امروٹ شریف بھیجا اور فرمایا کہ عبید اللہ کا دور (قرآن) سنیں۔ اگر پختہ ہے تو واپس ہالیجی شریف لے آؤ ورنہ وہیں رہنے دیں۔

حافظ دوست علی مرحوم امروٹ شریف آئے اور مختلف جگہوں سے میرا سخت امتحان لیا۔ الحمدللہ میں امتحان میں کامیاب ہوا تو حافظ دوست علی صاحب مجھے واپس ھالیجی شریف لے آئے اور حضرت دادا جان رحمہ اللہ کو یقین دلا کر کہ حضرت اب عبید اللہ کا قرآن مجید پختہ ہے، مگر پھر بھی دادا جان رحمہ اللہ کو یقین نہ آیا۔ اُنہوں نے خود میرا سختی کے ساتھ امتحان لیا۔ میرے صحیح پڑھنے پر بہت خوش ہوئے اور مجھے شاباش بھی دی اور کچھ نقدی بھی انعام کے طور پر مرحمت فرمائی۔

اُس کے بعد حضرت دادا جان رحمہ اللہ بذات خود میری منزل سننے لگے۔ منزل ایسی سختی سے سنتے تھے کہ زیر زبر کی خفیف غلطی کو بھی پکڑ لیتے تھے۔ دادا جان رحمہ اللہ خود جید حافظ تھے۔ کبھی کبھی منزل میں ایک نشست میں ۱۰۔۱۰ پارے سن لیتے تھے۔

تراویح پڑھانے کے لیے حضرت نے مجھے پہلے مختلف جگہوں پر بھیجا۔ تا کہ حضرت کے روبرو پڑھنے کا خوف مجھ سے دور ہوجائے۔

۱۹۸۵ء میں، میں نے ھالیجی شریف میں اپنی مسجد میں تراویح پڑھانا شروع کی۔ میرے سامع خود حضرت دادا جان رحمہ اللہ تھے آواز سے لقمہ دیتے تھے۔ دادا جان رحمہ اللہ کی موجودگی میں کسی کو لقمہ دینے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس طرح مسلسل میں نے اپنی مسجد میں ۲۶ سال تراویح پڑھائی۔ ایک سال بیمار ہوگیا تھا تو اُس سال نہیں پڑھائی۔

حضرت دادا جان رحمہ اللہ کبھی کبھی ایک دن میں پورا قرآن مجید سنتے تھے۔ مثلاً فجر کی نماز کے بعد ۱۰ پارے اور پھر ظہر کے بعد ۱۰ پارے اور آخری ۱۰ پارے عصر کی نماز کے بعد سن کر پورا قرآن مجید ختم کرواتے تھے۔ یہ ختم قرآن ایک مرتبہ نہیں ہوا۔ بلکہ کافی مرتبہ حضرت دادا جان رحمہ اللہ ایک دن میں قرآن مجید ختم کرواتے تھے۔

عربی پڑھنے کی شروعات ۱۹۷۷ء میں اپنے مدرسے مدینۃ العلوم پنو عاقل سے شروع کی۔ صرف، نحو، شرح مائۃ عامل حضرت اُستاد عبدالحلیم صاحب ناظم مدرسہ مدینۃ العلوم کے پاس پڑھیں۔

اُس کے بعد ۱۹۷۸ء میں مولانا بشیر احمد بھٹہ صاحب اپنے مدرسہ میں صرف کا دورہ کرواتے تھے تو میں نے وہاں اُن کے پاس اُن کا لکھا ہوا اکمال الصرف کا دورہ اُن ہی کے پاس پڑھا۔

اِسی اُستاد مولانا بشیر احمد بھٹہ رحمہ اللہ نے اپنے گاؤں اُلرامیں مدرسہ کھولا تو میں اُن کے پاس پڑھنے گیا۔ میں نے وہاں اُن سے نور الایضاح، کافیہ، تیسیر المنطق کی کتابیں پڑھیں۔

۱۹۸۰ء میں حضرت دادا جان رحمہ اللہ نے ھالیجی شریف والے مدرسے میں عربی تعلیم کے لیے مولانا امین اللہ صاحب پنجاب والے، مولانا احمد صاحب، حضرت والد صاحب، حضرت سائیں مولانا عبد الماجد صاحب اور حضرت سائیں عبد القیوم صاحب کو مقرر فرمایا۔

اُس وقت ھالیجی شریف کے مدرسے میں بہت زیادہ عربی کے طلباء آگئے تھے حتیٰ کہ دورہ حدیث تک کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔

۱۹۹۰ء میں حضرت والد صاحب دامت برکاتہم مسجد شریف میں حضرت دادا رحمہ اللہ کی موجودگی میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ میں بھی دوسرے طلباء کے ساتھ دورہ حدیث میں شریک تھا۔ اس طرح میں دوسرے طلباء کے ساتھ دورہ حدیث پڑھ کر فارغ ہوا۔

اس دورہ حدیث میں شرکت سے پہلے میں نے ۱۹۸۸ء کو طاہر والی مدرسے میں حضرت اُستاد منظور احمد نعمانیؒ سے تکملہ پڑھا۔

۱۹۹۰ء شوال ۱۴۱۳ھ کو زیادہ آمد و رفت کی وجہ سے اُس سال نہ پڑھا سکا۔ لیکن ۱۹۹۱ء میں مدرسہ دارالعلوم حمادیہ واری گوٹھ میں مولانا محمد عظیم صاحب کے اصرار پر حضرت والد صاحب کے حکم سے شعبہ حفظ میں پڑھانا شروع کیا۔ اس مدرسہ میں مہتمم مولانا محمد عظیم رحمہ اللہ نے میرا وظیفہ ۱۵۰۰ سو روپیہ مقرر فرمایا تھا۔ لیکن والد صاحب دامت برکاتہم نے یہ فرما کرکہ مدرسہ ہمارا اپنا ہے، تخفیف کر کے میرا وظیفہ ۷۰۰ سو مقرر کردیا۔

میں نے اس مدرسہ میں تین سال ۱۹۹۴ء تک پڑھایا۔ اُس کے بعد والد صاحب کے حکم سے میں اپنے مدرسے مدینۃ العلوم پنوعاقل میں آیا اور مدرسے کی نظامت سنبھالی۔ ۵ سال تک میں نے اپنے مدرسے میں نظامت کے فرائض ادا کیئے۔

۱۹۹۹ء میں حضرت والد صاحب دامت برکاتہم نے کوئٹہ شہر میں ایک جامع مسجد اور ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اس کی تعمیر اور نظامت میرے حوالے فرمائی۔ ۲۰۰۵ء تک میں کوئٹہ والی جامع مسجد اور مدرسے کا انتظام سنبھالتا رہا۔

۲۰۰۵ء میں حضرت والد صاحب کو ہمارے بڑوں کے ایک عقیدت مند مُرید فقیر عزیز اللہ شیخ خیر پور والے نے مسجد اور مدرسے کے لیے خیر پور میں زمین وقف کی۔ مدرسہ کا نام مدرسہ حمادیہ خیر المدارس رکھا اور اُس مدرسے کی تعمیر اور جامع مسجد کی تعمیر حضرت والد صاحب گرامی قدر کی نگرانی میں ہوئی ۲۰۱۲ء تک اُس کا انتظام خود فرماتے رہے پھر ۲۰۱۳ء میں کو مجھے کوئٹہ سے بُلا کر مدرسہ اور مسجد کا مکمل انتظام و نظامت میرے حوالے فرمائی۔ الحمدللہ آج تک ۸ سال سے میں اس مدرسے اور مسجد شریف کی خدمت کر رہا ہوں۔ اللہ قبول فرمائے۔ آمین۔

۲۰۱۳ء کو مدرسے کا الحاق وفاق المدارس سے کیا گیا اور ابتدائی پرائمری تعلیم کے لیے ایک اسکول بھی کھولا گیا۔ مدرسے کا نام فقیر عزیز اللہ شیخ نے اپنے مرشد حضرت سائیں قطب الاقطاب امامِ وقت سائیں حماد

اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے نام پر مدرسہ حمادیہ رکھا پھر ہم نے خیر المدارس کا اضافہ اس وجہ سے کیا کہ حضرت بڑے کے نام پر پورے پاکستان میں کئی سو سے زیادہ مدارس ہیں۔

پہلے سال شروعات میں ہم نے دورہ حدیث رکھا۔ کیونکہ حضرت والد صاحب نے حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب رحمہ اللہ ٹھیڑی والوں کو مقرر کیا۔ حضرت مفتی غلام قادر رحمہ اللہ کا نام سن کر کافی طلباء دورہ حدیث پڑھنے گئے تھے۔اب بھی عربی کی تعلیم درمیانے درجات تک ہے۔ حفظ ناظرہ کا شعبہ ہے ۱۳۰ مسافر طلباء مقیم ہیں۔ جن کی رہائش ،کھانا، کپڑا،دوائی مدرسہ کے ذمہ ہے،اور غریب طلباء کو کرایہ اور وظائف بھی دیتے ہیں۔ ویسے مقامی طلبا بہت پڑھتے ہیں ۔دن کو آتے ہیں اور رات کو اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔

سوال نمبر۔۳:حضرت اپنی بیعت کے بارے میں بتلائیں،ابتداء میں کس بزرگ سے تھی اوراب کس بزرگ سے ہے۔مناسب ہوتو خلافت کا احوال بھی ارشاد فرمائیں؟

جواب: میری پہلی بیعت میرے دادا جان حافظ محمود اسعد رحمہ اللہ سے تھی۔جس طرح میرے دادا جان رحمہ اللہ نے میرے ظاہری علم کے لیے کوشش کی اسی طرح میرے باطنی تزکیہ سے بھی غافل نہ تھے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ مجھے ذکرواذکار سمجھاتے رہتے اور میرے اوپر بہت توجہ فرماتے تھے۔ کافی ذکر اور فکر تو اُنہوں نے خود سمجھائے تھے۔اگر کچھ کمی رہ گئی تھی تو وہ شفقتاً حضرت والدِ گرامی قدر دامت برکاتہم نے پوری فرمادی ۔

باقی رہ گئی خلافت کی وضاحت تو اس کے لیے عرض ہے کہ ہمارے بڑے دادا جان قطب الاقطاب امامِ وقت حضرت سائیں حماد اللہ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے خلفاء کے نام اپنی زندگی میں ظاہر نہیں فرمائے تھے۔اُس کے بعد داداجان رحمہ اللہ نے بھی اپنے خلفاء کے نام مخفی رکھے ۔ اُن کے خلفاء ان دونوں بزرگوں کی وفات شریف کے بعد ظاہر ہوئے اور ہماری جماعت نے اُن کے خلفاء ہونے پر اتفاق کیا۔

اسی طرح ہمارے والد گرامی قدر دامت برکاتہم بھی اپنے خلفاء کا اعلان نہیں کرتے۔اس لیے میں بھی اپنے بڑوں کی تقلید میں اس بات کو مخفی رکھتا ہوں۔

سوال نمبر۴:حضرت آپکی اولاد کتنی ہے اور کیا مشغلہ کرتے ہیں؟

جواب: الحمدللہ تین بیٹے اور ۵ بیٹیاں ہیں۔

۱۔ بڑا فرزند مولانا مفتی فضل اللہ صاحب، جو کراچی میں پڑھاتے ہیں۔

۲۔ مولوی حافظ نصیر اللہ صاحب، مدرسے اور مسجد شریف کی نظامت اُن کے حوالے ہے۔ جمعہ کی نماز اور خطاب بھی اُن کے ذمہ ہے۔ اُس کے علاوہ مدرسے میں طلبا کو پڑھاتے بھی ہیں۔

۳۔ قاری سعد اللہ صاحب، حفظ قرآن مجید اور قرأت کے بعد ابھی عربی کی کتابیں پڑھ رہے ہیں۔

سوال نمبر ۵: قرآن مجید آسانی سے حفظ کرنے کے لیے اپنے بڑوں سے کوئی منقول وظائف بتائیں۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھے جس کی پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد ۱۸ پارہ کی سورہ مؤمنون کی ابتدائی تین آیات **قد افلح المؤمنون** سے لیکر **فتبارک الله احسن الخالقين** تک پڑھے اور دوسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد ۱۹ پارہ کی سورہ فرقان کا آخری رکوع پڑھ کر نماز پوری کرے اور قرآن مجید کے حفظ کی آسانی کے لیے دعا کرے۔ انشاء اللہ قرآن مجید یاد کرنا سہل ہوجائیگا یہ ہمارا مجرب وظیفہ ہے۔ اور ہمارے بڑوں سے یٰسین شریف کا وظیفہ بھی منقول ہے۔ شروعات میں یٰس کے لفظ کو ۷ مرتبہ پڑھیں اور پھر ساتوں ''مبین'' پر یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم ۴۱ مرتبہ پڑھیں۔ سینے میں تین لطائف ہیں یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم تینوں لطائف پر پڑھیں۔

اُس کے بعد جب آیت ''**ذالک تقدير العزيز العليم**'' پر آئیں تو وہاں یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم ۱۴ مرتبہ پڑھیں، پھر جب ''**سلام قولاً من الرب الرحيم**'' پر پہنچیں تو وہاں بھی یہی الفاظ ۱۶ مرتبہ پڑھیں ۔اُس کے بعد آیت ''**او ليس الذى خلق السموات والارض**'' پر پہنچیں تو وہاں بھی یہی الفاظ ۴ مرتبہ پڑھیں۔ پھر یٰس شریف پوری پڑھ کر آخر میں سورۃ الفتح کی کہ آخر میں فتح سورۃ آخری آیتیں ''**محمد رسول اللّٰہ والذين معهٗ**'' سے لیکر آخر تک پڑھیں اور اپنے مطلب کے لیے دعا کریں۔ یہ وظیفہ رمضان شریف کے آخری عشرے میں پڑھا جاتا ہے۔

اردو میں مستعمل فارسی۔۔۔!

پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین

تاریخی، تہذیبی اور لسانی اعتبار سے اردو اور فارسی زبانیں ایک دوسرے سے کئی جہتوں سے قریب تر ہیں۔ان دونوں زبانوں میں لین دین کا ایک طویل سلسلہ رہا ہے جس نے تہذیبی روابط کو بھی مضبوط کیا اور برصغیر میں ایک نئی ابھرتی ہوئی بولی کو زبان کی شکل میں پروان چڑھایا۔اسی لیے ہندو ایرانی تہذیب جیسی اصطلاحیں وجود میں آئیں۔ جو اس حقیقت کی غماز ہیں کہ برصغیر کے تہذیبی عناصر میں ایران کی تہذیب کا نمایاں حصہ زیادہ رہا ہے۔سماجی وثقافتی حوالوں سے ان کے اثرات برصغیر پر واضح طور پر موجود ہیں۔ ہماری روز مرہ زندگی ہو یا سماجی و تہذیبی تقریبات، ہر جگہ ان نقوش کو دیکھا جاسکتا ہے۔لیکن مجھے یہاں صرف ادبی نقطہ نظر سے مشترکہ تہذیبی روایات یا ساجھی وراثت کا ذکر کرنا ہے جن کے باعث اردو زبان ترقی کرتی ہوئی ادب کے اعلیٰ منازل تک پہنچتی ہے۔لیکن ان عناصر میں عربی زبان و تہذیب کا بھی ایک کردار رہا ہے لیکن وہ یہاں تفصیل سے نہیں بیان کیا جاسکتا۔

اردو ادب و شعر پر فارسی و عربی کی مشترکہ روایات کو اس طور پر نشان زد کیا جاسکتا ہے کہ اردو میں براہ راست عربی کے اثرات فارسی کی بہ نسبت کم پڑے ہیں لیکن بہت سی روایات فارسی کے دروازے سے اردو میں داخل ہوئیں اور خود فارسی کے اثرات براہ راست اردو پر مرتب ہوئے۔خیالات وافکار، موضوعات، تشبیہ واستعارہ،صنائع و بدائع جس طرح فارسی میں مستعمل اور رواج میں تھے اسی طرح ارد و میں درآئے۔لیکن یہ غیر شعوری طور پر نہیں ہوا بلکہ شعوری طور پر اسے قبول کیا گیا۔

آج کے موضوع کے مدنظر مجھے اردو میں فارسی کے مستعمل محاورات، ضرب الامثال کو بیان کرنا ہے۔ان کے علاوہ فارسی کے مشہور اشعار، مصرعے اور کچھ جملے بھی اردو میں اس طرح رائج ہیں اور وہ اردو میں اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ اردو کے ہی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء سے یہ رواج رہا کہ اردو کی تعلیم کے ساتھ لوگ فارسی بھی پڑھتے تھے۔اور دوسرے یہ کہ اٹھارویں صدی کے نصف تک دہلی میں حکومت کی زبان فارسی ہی تھی۔آج بھی اردو بولنے والے ان محاورات کا استعمال کرتے ہیں اور یہ بڑے برمحل معلوم ہوتے ہیں۔اس ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ:

اس کا مفہوم بہت واضح ہے۔ یعنی جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہی ہو رہا ہے اور بہتر ہو رہا ہے۔انسان اکثر ناصبرا بھی ہوتا ہے۔اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام ہوتا ہے تو وہ رنجیدہ بھی ہوتا ہے لیکن اکثر اس کی رنجیدگی کا خاتمہ صبر پر ہوتا ہے اور وہ اس بات کا اقرار کر کے کہ ''مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ'' صبر کر لیتا ہے۔اس کا یہ بھی مفہوم ہے کہ انسان مستقبل سے بے خبر ہوتا ہے سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا کہ جو کچھ ابھی ہو رہا ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ ہر حال میں اللہ کی رضا بہتر ہے۔

آب آمد تیمّم برخاست:

لفظی معنی ہے کہ جب پانی فراہم ہوجائے تو تیمّم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تیمّم کا حکم ایسی صورت میں آیا جب پانی نہ ہو۔ یہاں مفہوم یہ ہے کہ مجبوری میں اگر کوئی کام روا رکھا گیا ہو تو جب مجبوری ختم ہوجائے تو اسے کرنا ناروا ہے۔ جیسے اگر دوران کلاس استاذ اگر کوئی کتاب پڑھ کر سنا رہا ہو اسی درمیان لائٹ چلی جائے تو اندھیرے میں بحالت مجبوری طلبہ کی دل جمی کے لیے کوئی واقعہ سنانے لگے یا کچھ اور بتانے لگے تو وقت گزاری کے لیے یہ شغل بہتر تو ہے لیکن لائٹ کے آجاتے ہی پھر اس شغل کو ختم کرنا ہی چاہیے۔

آمدن با ارادت و رفتن با اجازت:

یہ ہماری تہذیب ہے کہ جب ہم کسی کے گھر جاتے ہیں تو اپنی مرضی سے جاتے ہیں لیکن ہمیشہ گھر والے کی اجازت سے ہی واپس آتے ہیں ۔ یہ ہماری تہذیب بھی ہے اور ایرانی تہذیب بھی۔ اسی لیے فارسی کا یہ فقرہ دونوں جگہ صادق آتا ہے۔ آمدن با ارادت و رفتن با اجازت، یعنی محبت سے ہم کہیں جاتے ہیں لیکن جس کے گھر جانا ہوتا ہے اسی کی مرضی سے واپسی ہوتی ہے۔

چاہ کن را چاہ در پیش:

اس کا لفظی معنی یہ ہے کہ گڑھا کھودنے والے کے سامنے بھی گڑھا ہوتا ہے۔ یعنی اگر آپ کسی کے لیے کوئی بُرا کام کرتے ہیں تو آپ کے ساتھ بھی کوئی بُرا ہی سلوک کرے گا۔

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن:

اس کا لفظی معنی ہے کہ نہ کہیں رُکنے کی جگہ باقی رہی اور نہ کہیں جانے کو ہی کوئی جگہ ہے۔ ایسی باتیں انسان اس وقت کہتا ہے جب وہ بہت عاجز ہوجاتا ہے۔ یا ایسا مسئلہ اس کے سامنے آجاتا ہے کہ اس کے پاس اس کا کوئی حل ہی نہیں ہوتا ہے۔

عطر آنست کہ خود ببوید کہ نہ کہ عطار بگوید:

اس محاورے میں کہا گیا ہے کہ عطر کا مطلب یہ ہے کہ شیشی کھولتے ہی اس کی خوشبو پھیل جائے پھر عطر بیچنے والے کو اس کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ عطر کی خوشبو ہی اس کی تعریف وتوصیف ہے۔ اسی لیے اس محاورے میں کہا گیا ہے کہ عطر وہ ہے جو خود اس کی خوشبو بتادے نہ کہ عطر بیچنے والے کو اس کی تعریف کرنی پڑے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب:

سورج کا نکلنا ہی اس کے موجود ہونے کی دلیل ہے اب یہ کہنے اور بتانے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ سورج نکل گیا ہے۔

ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد:

جو شخص نمک کی کان میں چلا جاتا ہے وہ بھی نمک ہوجاتا ہے۔ یعنی کوئی شخص اگر بہت دنوں تک نمک کی کان میں رہ جائے تو نمک کی رطوبت اور اس کے اثرات موجود شخص کو پگھلانے لگتے ہیں۔اسی قبیل کا ایک اورمحاورہ ہے کہ:

صحبت طالح ترا طالح کند، صحبت صالح ترا صالح کند:

اس کالفظی معنی ہے کہ نیکوں کی صحبت انسان کو نیک بناتی ہے اور بُروں کی صحبت انسان کو برا بناتی ہے۔

جائے خدا تنگ نیست، پائے مرا لنگ نیست:

اس محاورے کا لفظی معنی ہے کہ اللہ کی بنائی زمین تنگ نہیں ہے اور میرا پیر بھی لنگ نہیں ہے کہ میں کہیں جا نہ سکوں۔انسان جب کسی کے انحصار سے بہت عاجز آجاتا ہے اور سامنے والا بھی یہی سمجھتا ہے کہ وہ مجھ پر اس قدر منحصر اور مجبور ہے کہ مجھے چھوڑ کر کہیں جا ہی نہیں سکتا۔ ایسی ہی صورت کے لیے یہ محاورہ ہے کہ جائے خدا تنگ نیست، پائے مرا لنگ نیست۔

قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری:

لفظی معنی یہ ہے کہ ہیرے کی قدر یا تو جوہری جانتا ہے یا بادشاہ۔ مفہوم یہ ہے کہ ہر کس و ناکس کو ہر شئی کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا ہے۔

خر، چہ داند قیمت نقل و نبات:

اس کا معنی گدھا نقل و نبات کی قیمت کیا جانے، اس کا کام تو صرف بوجھ ڈھونا ہے۔اردو میں من و عن اسی طرح کا یہ محاورہ مستعمل ہے کہ ”بندر کیا جانے ادرک کا سواد۔“

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد، عیب و ہنرش نہفتہ باشد:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جب تک باتیں نہیں کرتا اس کو صحیح طور پر نہیں پہچانا جاسکتا ہے۔اس کی گفتگو سے ہی اس کے ذہنی اُفق کا اندازہ ہوتا ہے۔کیونکہ انسان کی قدر اس کی شکل و صورت اور جاہ و

حشمت سے نہیں بلکہ اس کے کردار اور سوچ سے ہوتی ہے۔

گر نہ بیند بروز شپہرہ چشم، تکمہء آفتاب را چہ گناہ:

یہ بہت ہی عمدہ جملہ ہے۔اس کا ترجمہ ہے کہ اگر دن کی روشنی میں بھی اُلو نہیں دیکھ سکتا تو اس میں سورج کی چمک اوراس کی روشنی کا کیا قصور ہے؟ قصور تو اس کی آنکھوں کا ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتا۔اس کا مفہوم اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص فائدہ مند شئ سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو اس میں قصور اسی کا ہے نہ کہ اس فائدہ بخش شئ کا ہے۔

خود کردہ را علاجے نیست :

معنی یہ ہے کہ اگر آپ نے خود کچھ کیا ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ ارود میں بالکل اسی قبیل کا محاورہ ہے کہ'اپنے پیر پر کلہاڑی مارنا'۔

افسانہ را افسانہ می خیزد :

اس کا مفہوم ہے کہ بات سے بات نکلتی ہے۔فیض احمد فیض کا بہت مشہور شعر ہے کہ:

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

فارسی کے اس محاورے سے یہ مفہوم بر آمد ہوتا ہے کہ جب کوئی بات کی جاتی ہے تب ہی اس اس سے متعلق دیگر غلط فہمیاں اور غیر ضروری باتیں سامنے آتی ہیں۔

چوبِ خدا صدا ندارد :

فارسی کے اس ضرب المثل کی طرح اردو کا یہ محاوہ ہے کہ''خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی''۔

آب در کوزہ و ما تشناں لباں میگردم:

فارسی کے بعض محاورے بالکل اردو میں من وعن استعمال ہوتے ہیں اب یہ مسئلہ ضرور ہے کہ پہلے

یہ فارسی میں استعمال ہوایا اردو میں۔ خیر اس بحث سے قطع نظر فارسی اور اردو کا یہ فقرہ دیکھیں ’’بغل میں بچہ شہر میں ڈھول‘‘ اور اسی کو فارسی میں اس طرح بولا جاتا ہے ’’آب در کوزہ و ما تشناں لباں میگردم‘‘ کہ پانی تو کوزہ میں موجود ہے مگر ہم پیاسے گھوم رہے ہیں۔

اسی طرح کے مزید محاورے درج ذیل کیے جاتے ہیں:

آواز دہل شنیدی و از دور خوش ای:

فارسی کے اس فقرے کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ’تم نے دور سے ڈنکے کی آواز سنی اور تم خوش ہو گئے‘ اردو میں بھی اسی طرح کا محاورہ ہے کہ ’’دور کا ڈھول سہانا ہوتا ہے‘‘۔

ہم خُرمہ وہم ثواب:

اردو میں اسی طرح کا محاورہ موجود ہے ’’آم کے آم گٹھلیوں کے دام‘‘ فارسی کا یہ محاورہ بھی اردو میں مستعمل ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے ’’خرمہ بھی ملا اور ثواب بھی‘‘۔

اسی طرح کے اور بھی بہت سے محاورے ہیں جو اردو اور فارسی میں ایک جیسے ہیں۔ فارسی والے تو شاید اب ان محاوروں کو استعمال نہ کرتے ہوں مگر اردو میں فارسی کے ایسے محاورے جو اردو میں بھی موجود ہیں، آج بھی مروج ہیں جیسے:

خر، را گم کردہ، پی نعلش میگرد:

سانپ نکل گیا لکیر پیٹتے رہے۔

رقاصہ نمی توان بہ رقص، میگفت زمینش کج:

ناچ نا جانے آنگن ٹیڑھا۔

در بیاباں گرسنہ را شلغمِ پختہ بہہ زنقرہ ءِ خام:

بھوک میں لکڑ بھی پاپڑ لگتا ہے۔

اب کچھ مثالیں دیکھیں جو بکثرت استعمال ہوتی ہیں:

شنیدند، گفتند برخاستند:

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اہم موضوعات پر میٹنگیں ہوتی ہیں لوگ آتے ضرور ہیں مگر اکثر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا جاتا ہے ’شنیدند، گفتند، بر خاستند‘ جس کا ترجمہ اس طرح ہے کہ آئے بھی لوگ، بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوئے۔

من تُرا حاجی بگویم تو مُرا ملا بگو:

میں تجھے حاجی کہوں اور تو مجھے ملا کہہ، یہ محاورہ عام طور پر ’’من تیرا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو‘‘ کے طور پر مشہور ہے۔ لیکن درست یہی ہے کہ من تُرا حاجی بگویم تو مُرا ملا بگو۔

دستش نمک ندارد:

اس کے ہاتھوں میں اثر نہیں ہے۔

دستش راتوئی حنا گذاشتہ:

ہاتھ اور پیروں میں مہندی لگا ہونا۔ ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگے ہونے سے مراد ہے کوئی کام نہ کرنا، تساہل پسند ہونا۔

دستش توی روغن است:

پانچوں انگلی گھی میں ہونا۔

مثل گربہ ء دیوار:

دیوار کی بلی کی طرح ہونا کہ جس طرف فائدہ نظر آئے اسی طرف چلا جانا۔

من آنم کہ من دانم:

اس کا استعمال منفی اور مثبت دونوں طرح سے ہوتا ہے کہ میں کیا ہوں میں ہی جانتا ہوں۔

پدرم سلطان بود، تُراچہ؟:

یہ فقرہ کم علمی اور شیخی بگھارنے والا ہے۔یہ فقرہ وہ لوگ استعمال کرتے ہیں، جو اپنی برتری، بڑائی اورفضیلت بہ زبان خود بیان کرنا چاہتے ہیں۔

از دل خیزد بر دل ریزد:

دل سے نکلی ہوئی بات دل پر اثر کرتی ہے۔

آوازِ سگاں کم نہ کُند رزقِ گدارا:

کتوں کے بھونکنے کی آواز فقیروں کی روزی کو کم نہیں کرتی۔

دروغ گورا حافظہ نباشد نیم حکیم خطرہ ء جان:

کم علم والا زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

بہر کیف یہ ایک طویل سلسلہ ہے جس کی لمبی فہرست ہے۔ ان تمام کو ایک مضمون میں بیان کرنا مشکل ہے۔بس اس بات پر مضمون ختم کرتا ہوں:

این حکایت طویل تر بود
قصہ کوتاہ تر گفتم

پہلی قسط

عصمت دری اور قتل

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام

موجودہ دور میں ایک سماجی مسئلہ، جس نے ملکی اور عالمی دونوں سطحوں پر گمبھیر صورت اختیار کرلی ہے، خواتین کی عزت و آبرو کی پامالی اور عصمت دری ہے۔وہ اپنوں اور پرایوں دونوں کی جانب سے زیادتی اور دست درازی کا شکار ہیں۔کوئی جگہ ان کے لیے محفوظ نہیں ہے۔گھر ہو یا دفتر، پارک ہو یا بازار، ٹرین ہو یا بس، ہر جگہ ان کی عصمت پر حملے ہو رہے ہیں اور انھیں بے آبرو کیا جا رہا ہے۔کبھی معاملہ عصمت دری پر رک جاتا ہے تو کبھی ظلم کی شکار خاتون کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے ایک گھناؤنی صورت اجتماعی آبروریزی کی ہے، جس میں کئی نوجوان مل کر کسی معصوم لڑکی کو اپنی ہوس کا شکار بناتے ہیں، پھر بڑے درد ناک طریقے سے اسے قتل کر دیتے ہیں۔اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔کسی دن کا اخبار اٹھا کر دیکھ لیجیے، عصمت دری کی بہت سی خبریں اس میں مل جائیں گی۔ان میں سے کچھ ہی معاملے عدالتوں تک پہنچ پاتے ہیں۔اور جو پہنچتے ہیں،ان میں بھی عدالتی پیچیدگیوں کی وجہ سے فیصلہ آنے میں کئی سال لگ جاتے ہیں اور بہت کم ہی کیسوں میں مجرموں کو سزا مل پاتی ہے۔

یہ واقعات اب اتنی کثرت سے پیش آنے لگے ہیں کہ ان کی سنگینی کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن انھی کے درمیان کبھی کوئی درد ناک واقعہ رونما ہوتا ہے تو عوام بیدار ہوجاتے ہیں اور اس کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔اس موقع پر ایسے جرائم کی روک تھام کے لیے مختلف تجاویز سامنے آتی ہیں۔ مثلاً مجرموں کو سرِ عام پھانسی دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے،سخت سے سخت قوانین بنانے کی بات کہی جاتی ہے،

کڑی نگرانی کے لیے سی سی ٹی وی کیمرے نصب کرنے اور مضبوط سیکورٹی فراہم کرنے پر زور دیا جاتا ہے، لڑکیوں کو جوڈو کراٹے سیکھنے اور خود حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔اس ضمن میں بعض اطراف سے ایک آواز یہ بھی سنائی دیتی ہے کہ زنا کی وہ سزا نافذ کی جائے جو اسلام نے تجویز کی ہے۔ اسی بات کو بعض لوگ ان الفاظ میں کہتے ہیں کہ سزائے زنا کے لیے عرب ملکوں جیسا قانون بنایا جائے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ مطالبے ان لوگوں کی طرف سے بھی ہوتے ہیں جو اسلام کے شدید مخالف ہیں، جو اسلام پر اعتراضات کرنے اور مسلمانوں کو برا بھلا کہنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، لیکن چوں کہ انھوں نے کہیں سے سن رکھا ہے کہ اسلام زنا کرنے والے کو پتھر مار مار کر ہلاک کرنے کا حکم دیتا ہے،اور جرم کی سنگینی کی بناء پر یہ سزا ان کے دل کی آواز ہوتی ہے،اس لیے ان کے اندرون میں چھپی خواہش ان کی زبان پر آجاتی ہے اور وہ خواہی نہ خواہی اسلام کا نام لینے لگتے ہیں۔

آبروریزی کے واقعات کی روک تھام کے لیے سخت سے سخت قانون بنانے کی بات کی جائے، یا اسلامی سزائے زنا کو نافذ کرنے کی تجویز رکھی جائے، دونوں مطالبے جذباتیت کے مظہر اور سنجیدگی سے محروم ہیں۔ کتنا ہی سخت قانون بنا لیا جائے،اس سے جرائم کا بالکلیہ خاتمہ ممکن نہیں، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سماج کو پاکیزہ بنانے کی تدابیر اختیار کی جائیں اور جو چیزیں افراد کو غلط کاموں پر ابھارتی اور جرائم کے ارتکاب کی جانب مائل کرتی ہیں،ان پر پابندی عائد کی جائے۔قانون جرائم کو روکنے میں معاون تو ہوسکتا ہے، لیکن محض قانون سے ان کا سدِّ باب ناممکن ہے۔ اگر جرائم کے تمام محرکات اور ترغیبات کو علی حالہ باقی رکھا جائے اور محض کوئی سخت تر قانون منظور کرلیا جائے تو جرائم میں تو کوئی کمی نہیں آئے گی، البتہ قانون کے غلط انطباقات کے اندیشے بڑھ جائیں گے۔عدالتوں کے بھاری مصارف کی بناء پر اس کا خدشہ رہے گا کہ غریب اور اپنے دفاع سے عاجز سزا پا جائیں اور مال دار اور طاقت ور اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے سزا سے بچ جائیں۔اسی طرح اسلام کے کسی ایک حکم کا مطالبہ اور دیگر احکام سے صرفِ نظر درست

رویّہ نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے اسلامی نظام کو ایک کل کی حیثیت سے قبول کرنا ہوگا۔اسلامی تعلیمات کے اثرات کا مشاہدہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پورے کے پورے اسلام کو نافذ کیا جائے۔ جس طرح کوئی مشین اسی وقت صحیح طریقے سے کام کرے گی، جب اس کے تمام پرزے اپنی اپنی جگہ فٹ ہوں، اگر اس میں سے کوئی ایک پرزہ نکال لیا جائے تو نہ مشین صحیح ڈھنگ سے وہ کام کرے گی جس کے لیے اسے بنایا گیا ہے اور نہ اس نکالے گئے پرزے سے وہ کام لیا جاسکتا ہے جو پوری مشین کے کرنے کا تھا، اسی طرح اسلام کے کسی ایک قانون کو نافذ کردیا جائے اوراس کے دیگر احکام پر عمل نہ کیا جائے تو اس سے بھی مطلوبہ فائدے حاصل نہیں ہوسکتے۔

ہر انسان میں بنیادی طور پر تین طرح کی خواہشات پائی جاتی ہیں۔کھانے کی خواہش، پینے کی خواہش اور جنس کی خواہش۔ کوئی بھی انسان ہو، چاہے وہ دہریہ ہو یا سیکولر، یا اس کا کسی مذہب سے تعلق ہو، بہ حیثیت انسان اس کے اندر ان فطری خواہشات کا پایا جانا لازمی ہے۔جنس کے تعلق سے مختلف رویّے اختیار کیے گئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے جنسی خواہش کو دبانے اور کچلنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے یہ تصور پیش کیا کہ جنسی خواہش کو دبا کر ہی انسان کی نجات ممکن ہے، تبھی اسے نروان حاصل ہوسکتا ہے اور وہ کامیابی کے مدارج طے کرسکتا ہے۔ یہ تصور عیسائیت میں راہبوں اور ہندومت میں جوگیوں کے یہاں ملتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے جنسی تعلق کو ایک قابل نفرت چیز سمجھا اور شادی بیاہ کے بکھیڑوں میں پڑنے سے گریز کیا۔ انھوں نے جنگلوں اور بیابانوں کی راہ لی اور وہاں کٹیا بنا کر تنہائی کی زندگی گزارنے لگے۔

اسی طرح ان مذاہب میں ان لوگوں کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا گیا جو غیر شادی شدہ رہتے ہوئے پوری زندگی گزار دیں، چنانچہ انھیں چرچوں اور مندروں میں اعلیٰ مناصب سے سے نوازا گیا۔ لیکن انسانی فطرت کو دبا کر اور اس سے جنگ کرکے زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ چرچ سے وابستہ پادری اور مندروں کے پجاری بارہا بدکاری میں ملوث پائے گئے ہیں اور روحانیت اور پوجا پاٹھ کے

ان مراکز کی پاکیزگی پامال ہوئی ہے۔اس کے بالمقابل کچھ لوگوں نے جنس کے معاملے میں ہر طرح کی آزادی کی وکالت کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے،اس لیے اس کو یہ حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اپنی جنسی خواہش پوری کرلے، خواہ اس کے لیے وہ کتنا ہی غیرفطری طریقہ کیوں نہ اختیار کرے۔چنانچہ ہم جنسی کو قانونی تحفظ فراہم کیا گیا اور مرد کو مرد کے ذریعے اور عورت کو عورت کے ذریعے جنسی تسکین حاصل کرنے کا حق دیا گیا۔جن لوگوں نے یہ غیرفطری طریقہ نہیں اختیار کیا انھوں نے بھی نکاح کرنے اور خاندان تشکیل دینے کو فرسودہ قرار دیا اور بہتری اس میں سمجھی کہ کوئی مرد اور عورت جب تک چاہیں ساتھ رہیں اور جب چاہیں الگ ہوکر اپنی اپنی راہ لیں۔کھلی چھوٹ دے دی گئی کہ وہ باہم رضا مندی سے جب چاہیں جنسی تعلق قائم کرلیں۔صرف زور وزبردستی کو قانوناً جرم قرار دیا گیا۔یہ تصوّر پیش کیا گیا کہ ہر انسان اپنے جسم کا مالک ہے،وہ اپنے جس عضو کو چاہے چھپائے اور جس کو چاہے کھلا رکھے۔ اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اپنے اعضاء سے جیسا چاہے کام لے۔چنانچہ عورتوں کے رحم (Uterus) کرایے پر ملنے لگے کہ کوئی بھی مرد اس میں اپنا نطفہ داخل کروا کے بچہ حاصل کرسکتا ہے۔ اسی طرح مردوں کے نطفے (Sperm) کی بھی تجارت ہونے لگی اور اس کے بینک قائم ہوگئے۔ان چیزوں نے بہت بڑی انڈسٹری کی صورت اختیار کرلی جس میں کروڑوں اربوں روپے کا سرمایہ لگا ہوا ہے۔

اس بے مہار آزادی نے انسانی معاشرے کو جانوروں کے باڑے میں تبدیل کردیا۔اس کے نتیجے میں انارکی، انتشار، فتنہ وفساد اور قتل و غارت گری کو خوب فروغ ملا، زنا بالجبر کے واقعات کثرت سے پیش آنے لگے، جنسی بیماریاں جیسا کہ آتشک، سوزاک، امراض رحم، اسقاط وغیرہ عام ہوئیں، یہاں تک کہ فطرت سے بغاوت کی سزا ایڈز کی صورت میں ملی، جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اربوں کھربوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود اب تک اس پر قابو نہیں پایا جاسکا ہے۔عالمی سطح پر ہونے والی سروے رپورٹوں سے ظاہر ہے کہ ایڈز کے متاثرین میں اسّی (80) فی صد سے زائد افراد کو یہ مرض جنسی

آوارگی کے نتیجے میں لاحق ہوا ہے۔

تیسرا نقطہ نظر وہ ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ یہ نقطہ نظر افراط اور تفریط کے درمیان ہے۔ اسلام نہ تو جنسی جذبہ کو دبانے اور کچلنے کی ترغیب دیتا ہے اور نہ انسان کو کھلی چھوٹ دے دیتا ہے کہ جس طرح اور جہاں چاہے اس کی تسکین کرلے۔ وہ ہر انسان کو اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کا حق دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی اسے کنٹرول کرنے کی راہ دکھاتا ہے۔ صرف نکاح کے ذریعے جنسی خواہش پوری کی جائے۔ اسلام نے جنسی خواہش کی تکمیل کو نکاح کا پابند بنایا ہے اور اس سے ماورا کسی طرح کا تعلق رکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اس نے مردوں اور عورتوں دونوں پر سخت پابندی عائد کی ہے کہ وہ نکاح کے علاوہ باہم کسی طرح کا جنسی تعلق نہ رکھیں۔ قرآن میں ہے: ''اس طرح کہ تم (مرد) ان (عورتوں) سے باقاعدہ نکاح کرو، یہ نہیں کہ علانیہ زنا کرو یا پوشیدہ بدکاری کرو۔'' (المائدۃ:۵) ایک اور جگہ ارشاد ہے: ''وہ (عورتیں) پاک دامن ہوں، نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والیاں، نہ خفیہ آشنائی کرنے والیاں۔'' (النساء:۵۲) ان آیات میں مردوں اور عورتوں دونوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے نکاح کریں۔ اس طرح وہ شیطان کے حملوں سے محفوظ ہوجائیں گے۔ نکاح سے ماورا کسی طرح کا تعلق نہ علانیہ قائم کریں نہ چوری چھپے۔

اسلام نے زنا کو ایک سنگین سماجی جرم قرار دیا ہے اور اسے گھناؤنا اور برا فعل کہتے ہوئے اس سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے: ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ بلاشبہ وہ بڑی بے شرمی کا کام اور برا راستہ ہے۔'' (بنی اسرائیل:۳۲) اس نے کامیاب انسانوں کا ایک وصف یہ قرار دیا ہے کہ: ''وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور بیویوں کے سوا اور کہیں ان کا استعمال نہیں کرتے۔'' (المومنون:۵-۶) اسلام کی نظر میں جتنا سنگین جرم زنا بالجبر ہے، اتنا ہی سنگین جرم زنا بالرضا بھی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح ایک مرد کسی عورت پر جبر کرکے اس کی عصمت کو داغ دار کرتا ہے اور اس کی پرسکون زندگی میں

زہر گھولتا ہے، اسی طرح دو مرد و عورت باہم رضا مندی سے جنسی تعلق قائم کرکے معاشرے کی پاکیزگی کو ختم کرتے ہیں اور اجتماعی امن و سکون پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، اس لیے دونوں برابر کے مجرم ہیں۔

اسلام چاہتا ہے کہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد کوئی بھی لڑکا یا لڑکی بغیر نکاح کے نہ رہیں، بلکہ جلد از جلد نکاح کے بندھن میں بندھ جائیں۔ چنانچہ وہ ان کے سرپرستوں کو اس کی طرف متوجہ کرتا اور ان کا نکاح کرادینے کی تلقین کرتا ہے۔ زمانۂ نزولِ قرآن میں غلامی کا رواج تھا، مردوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا جاتا تھا۔ قرآن نے حکم دیا کہ نہ صرف اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے نکاح کی فکر کرو، بلکہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کا بھی نکاح کرادو: ''تم میں سے جو لوگ مجرّد ہوں اور تمھارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح کردو۔'' (النور:۳۲) اسلام نہیں چاہتا کہ کوئی نوجوان مرد بغیر بیوی کے اور کوئی نوجوان عورت بغیر شوہر کے رہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات میں نکاح کی ترغیب دی ہے اور اس سے غفلت کے برے نتائج سے ڈرایا ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے نوجوانوں کو مخاطب کرکے فرمایا: ''اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو بھی شادی کی استطاعت رکھتا ہو اسے شادی کرلینی چاہیے، اس لیے کہ یہ نگاہ کو نیچی رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کا زیادہ کارگر طریقہ ہے۔ (بخاری: ۱۹۰۵، مسلم: ۱۴۰۰) ایک موقع پر آپؐ نے سخت الفاظ میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ''جو شخص نکاح کرنے پر قادر ہو، پھر بھی نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔'' (دارمی: ۲۲۱۹) آپؐ نے لڑکیوں کے سرپرستوں کو مخاطب کرکے انھیں نصیحت کی کہ اگر کوئی اچھا رشتہ آجائے تو نکاح کرنے میں بالکل تاخیر نہ کریں: ''جب تمھارے پاس کسی ایسے شخص کی طرف سے پیغام آئے جس کی دین داری اور اخلاق تمھارے نزدیک پسندیدہ ہوں تو اس سے نکاح کرادو۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو روئے زمین پر فتنہ اور وسیع فساد برپا ہوجائے گا۔'' (ترمذی: ۱۰۸۴) اللہ کے رسول ﷺ نے نکاح کی صرف ترغیب ہی نہیں دی، بلکہ آپؐ نے اسے آسان بنانے کے صریح احکام دیے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''سب سے بہتر نکاح وہ ہے جو بہت سہولت سے انجام پا جائے۔'' (ابو داود: ۲۱۱۷)

اسلام میں نکاح کے انعقاد کا طریقہ بھی بہت آسان رکھا گیا ہے۔ دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکا

اور لڑکی میں سے کوئی نکاح کی پیش کش کرے اور دوسرا اسے قبول کر لے، بس نکاح ہو گیا۔ نکاح کے وقت دعوت لڑکی والوں کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ نکاح کی خوشی میں لڑکے کو ولیمہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آج کل مختلف اسباب سے نکاح میں تاخیر کی جاتی ہے۔ ان میں سے ایک سبب بڑے پیمانے پر جہیز کا لین دین ہے۔ اسلام میں جہیز کا کوئی تصور نہیں ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا، لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ آپؐ نے جب حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ بن ابی طالب سے (جو بچپن ہی سے آپ ﷺ کی سرپرستی میں اور آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے) کرنا چاہا تو ان سے دریافت کیا: تمھارے پاس کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ایک زرہ۔ آپؐ نے اسے فروخت کروایا اور اس کی رقم سے شادی کے بعد کام آنے والا کچھ سامان خریدنے کا حکم دیا۔ گویا اس موقع پر جو بھی سامان آیا اس کے مصارف خود حضرت علیؓ نے برداشت کیے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ آپؐ نے اپنی تین اور صاحب زادیوں کا نکاح کیا۔ کسی موقع پر بطور جہیز کچھ دینے کا تذکرہ روایات میں نہیں ملتا ہے۔

عہد نبویؐ میں نکاح کو آسان بنانے کے واقعات حدیث کی کتابوں میں اتنی کثرت سے ملتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ ایک دوشیزہ خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوئی اور آپؐ سے اپنا نکاح کرا دینے کی خواہش کی۔ اس مجلس میں موجود ایک نوجوان آمادہ ہو گیا۔ آپؐ نے اس سے دریافت کیا: تمھارے پاس کچھ ہے؟ اس نے جواب دیا: کچھ بھی نہیں۔ آپؐ نے پھر سوال کیا: کیا تمھارے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے، اس نے جواب دیا: وہ بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تمھیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں؟ آپؐ نے اسی پر دونوں کا نکاح کرا دیا۔ (بخاری: ۵۱۲۱، مسلم: ۱۴۲۵)
ایک نوجوان، جو قبیلہ بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا، پچھنا لگانے کا کام کیا کرتا تھا۔ اس پیشے سے وابستہ لوگوں کو کم تر درجے کا سمجھا جاتا تھا۔ آپؐ نے قبیلے والوں کو حکم دیا کہ اس نوجوان کی شادی کی

فکر کریں اور قبیلے کی کسی لڑکی سے اس کا رشتہ کردیں۔ (ابوداؤد: ۲۱۰۲)

اسلام نے مرد کو ایک سے زیادہ (چار تک) عورتوں کو بہ یک وقت اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ قرآن میں ہے: ''اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو، لیکن اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔'' (النساء: ۳) اسلام کی اس تعلیم کو بھی اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے، حالاں کہ غور کرنا چاہیے کہ اسلام نے اس کا حکم نہیں دیا ہے کہ لازماً ہر مرد ایک سے زائد شادیاں کرے، بلکہ اس کی صرف اجازت دی ہے۔ جب یہ حکم نازل ہوا تھا، تب ہنگامی حالات تھے، جنگیں ہو رہی تھیں، مرد مارے جا رہے تھے اور شادی شدہ عورتیں بیوہ ہو رہی تھیں، اس وقت ان کے نکاح کی یہ صورت نکالی گئی۔ بعد میں بھی اس حکم کو عام رکھا گیا، اس لیے کہ کسی شخص کے حالات ایسے ہوسکتے ہیں کہ اسے ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔ مثلاً پہلی بیوی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوجائے کہ وہ جنسی تعلق کے قابل ہی نہ رہے۔ پھر کیا مرد دوسری عورت سے نکاح کرنے کے لیے اسے طلاق دے دے؟! بعض معاشروں میں مرد کو صرف ایک عورت سے نکاح کرنے کا پابند کیا گیا ہے، لیکن اسے کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے کہ ناجائز طریقے سے جتنی عورتوں سے چاہے جنسی تعلق رکھے۔ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو آدمی ایک سے زائد چار عورتوں تک سے نکاح کرسکتا ہے، لیکن اس صورت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ ان سب کو تمام قانونی حقوق دے اور ان کے ساتھ برابری کا معاملہ کرے۔ دوسرا نکاح معیوب نہیں اسلام اس چیز کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اگر کسی مرد کی بیوی یا کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے یا کسی شادی شدہ جوڑے کے درمیان علیحدگی ہوجائے تو ان میں سے ہر ایک اپنی بقیہ زندگی تجرد کی حالت میں گزار دے، کیوں کہ اسلام نہیں چاہتا کہ سماج میں کوئی مرد بغیر بیوی کے اور کوئی عورت بغیر شوہر کے رہے۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس کی بڑی روشن

مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت عاتکہؓ بنت زید مشہور صحابیہ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے صاحب زادے عبد اللہؓ سے ان کا نکاح ہوا۔ وہ شہید ہوگئے تو حضرت زید بن خطابؓ نے ان سے نکاح کرلیا۔ ان کی شہادت کے بعد وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی زوجیت میں آگئیں۔ وہ بھی شہید ہوگئے تو حضرت زبیر بن العوامؓ سے ان کا نکاح ہوگیا۔ آخر میں وہ حضرت حسن بن علیؓ کی زوجیت میں آئیں۔ اسی بناء پر ان کا نام ہی زوجۃ الشھداء (شہید ہونے والوں کی بیوی) پڑ گیا تھا۔ (اسد الغابۃ، ابن الاثیر، طبع بیروت، ۱۹۹۶ء، ۷/۱۹۹-۲۰۰) حضرت اسماء بنت عمیسؓ کی شادی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سے ہوئی، ان کی شہادت کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کی زوجیت میں آئیں، پھر جب ان کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے ان سے نکاح کرلیا۔ (اسد الغابۃ، حوالہ سابقہ، ۷/۱۷) حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی۔ عدت پوری ہوتے ہی ان کے پاس نکاح کے پیغامات آنے لگے۔ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے مشورہ کیا۔ آپؐ نے ایک اچھے رشتے کی نشان دہی فرمادی۔ (مسلم)

ایک چیز یہ بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد انسان کی بھرپور تربیت کرتے ہیں اور اسے زندگی کے کسی معاملے میں بھٹکنے سے بچاتے ہیں۔ ان عقائد پر ایمان سے آدمی کی زندگی سنورتی ہے اور اس میں پاکیزگی آتی ہے۔ خاص طور پر دو عقائد کا کردار اس معاملے میں بہت نمایاں ہے:

(الف)

اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، اسلام یہ تصور دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور ہر انسان کو دیکھ رہا ہے۔ وہ کوئی کام چاہے اعلانیہ کرے یا چھپ کر، کسی کھلی جگہ کرے یا بند کمرے میں یا کسی تہہ خانے میں، کوئی بات زور سے کہے یا کسی کے ساتھ سرگوشی کرے، کسی غلط کام کا ارتکاب روئے زمین پر کرے یا سمندر کی تہوں میں جاکر، کوئی لفظ زبان پر لائے یا کوئی خیال اس کے دل میں آئے یا محض آنکھوں سے اشارہ بازی کرے، اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی خبر ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ کائنات کے ذرّے ذرّے پر نظر

رکھتا ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔اس مضمون کی چند آیات درج ذیل ہیں: ''اس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔'' (الحدید:۴)

دوسری جگہ آتا ہے: ''خشکی اور سمندر میں جو کچھ ہے، سب سے وہ واقف ہے، درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔'' (الانعام: ۹۵) ''وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی، تمھارے کھلے اور چھپے سب حال جانتا ہے اور جو برائی یا بھلائی تم کماتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔'' (الانعام:۳) ''کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا اللہ کو علم ہے؟ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو، یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے اندر چھٹا اللہ نہ ہو۔ خفیہ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ، جہاں کہیں بھی وہ ہوں، اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (المجادلۃ) ''اللہ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔'' (المومن:۹۱) جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے اور ہر چیز سے باخبر رہنے کا عقیدہ راسخ ہوگا وہ اس جگہ بھی، جہاں کوئی آنکھ اسے دیکھ نہ رہی ہو، کسی برائی کے ارتکاب سے بچے گا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی عورت تنہائی کا فائدہ اٹھا کر اسے معصیت کی دعوت دے گی تو بھی وہ اس کی دعوت کو ٹھکرا دے گا اور فوراً پکار اٹھے گا کہ مجھے اللہ کا خوف ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سات طرح کے افراد عرشِ الٰہی کے سایے میں ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس کو کوئی خوب صورت اور جاہ و منصب والی عورت بدکاری کے لیے بلائے، لیکن وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (بخاری: ۱۴۲۳، مسلم: ۱۰۳۱)

(ب)

آخرت میں دنیا کے ہر عمل کا حساب ہوگا دوسرا اسلامی عقیدہ، جو انسان کو دنیا میں محتاط زندگی

گزارنے پر آمادہ کرتا ہے، آخرت کا عقیدہ ہے۔ اس کے مطابق یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ ایک وقت آئے گا جب یہ دنیا فنا ہوجائے گی اور دوسری دنیا برپا ہوگی۔ اس میں تمام انسان دوبارہ پیدا کیے جائیں گے اور ان سے اس دنیا میں کیے گئے ان کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ جن لوگوں نے یہاں اچھا کام کیے ہوں گے انھیں جنت عطا کی جائے گی، جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی اور جن لوگوں نے یہاں برے کام کیے ہوں گے انھیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا، جس میں تکلیف و اذیت کا ہر سامان موجود ہوگا۔ اِس دنیا میں کیا گیا کوئی عمل خواہ اچھے ہو یا برا، وہاں نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوسکے گا۔ قرآن میں ہے: ’’پھر جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔‘‘ (الزلزال:۷۔۸) یہاں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو ان کی تمام حرکات وسکنات کو نوٹ کر رہے ہیں۔ روزِ قیامت ہر انسان کا پورا نامۂ اعمال اس کے سامنے ہوگا اور وہ دنیا میں کیے گئے کسی عمل کا انکار نہ کرسکے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’بلکہ تم لوگ جزا وسزا کو جھٹلاتے ہو، حالاں کہ تم پر نگراں مقرر ہیں، ایسے معزّز کاتب جو تمھارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔‘‘ (الانفطار:۹۔۲۱)

اسلام نے ہر فرد کے اندر حیاء کا جذبہ ابھارا ہے۔ یہ جذبہ اسے بے حیائی کے کاموں سے روکتا ہے۔ اگر کسی کے اندر حیا نہ ہو تو وہ غلط سے غلط کام کا ارتکاب کرسکتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’سابقہ زمانوں کی ایک پیغمبرانہ بات یہ ہے کہ اگر تم میں حیا نہ ہو تو جو جی میں آئے کر بیٹھو گے (سخت گھناؤنے کام سے بھی نہیں ہچکچاؤ گے)۔‘‘ (بخاری: ۶۱۲۰) حیاء کے جذبے ہی سے انسان اپنے اعضائے ستر کو دوسروں کے سامنے کھولنے سے باز رہتا ہے۔ ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا: اپنے اعضائے ستر اپنی بیوی کے علاوہ اور کسی کے سامنے نہ کھولو۔ انھوں نے سوال کیا: اے اللہ کے نبی، اگر کوئی شخص کسی جگہ تنہا ہو اور وہاں دوسرا کوئی نہ ہو تو کیا تب بھی وہ اپنے اعضاء ستر کو چھپائے رہے؟ آپؐ نے جواب دیا: انسانوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ

مستحق ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔'' (ابو داود: ۴۰۱۷)

اسلام نے افراد کے لیے جنسی آسودگی فراہم کرنے کے ساتھ معاشرہ کی پاکیزگی قائم رکھنے کے لیے مختلف احتیاطی تدابیر اختیار کی ہیں۔ یہ تدابیر افراد کو جرائم کا ارتکاب کرنے سے باز رکھتی ہیں اور جنسی جرائم کے تمام ممکنہ چور دروازوں کو بند کرتی ہیں۔ یہ تدابیر درج ذیل ہیں:

۱- اسلام نے مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیا ہے کہ وہ بدنگاہی سے بچیں اور آبرو کی حفاظت کریں۔ قرآن میں ہے: ''اے نبی! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔'' (النور: ۳۰) ''اور اے نبی، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں'' (النور: ۳۱)۔ ان آیات میں دو باتیں (نظریں بچانا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنا) ساتھ ساتھ کہی گئی ہیں۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ دونوں کا خاص تعلق ہے۔ اگر کوئی شخص، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اپنی نگاہوں کو قابو میں نہیں رکھے گا تو اس کے بدکاری کی کھائی میں جا گرنے کا اندیشہ رہے گا۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ کو، جو آپ ﷺ کے داماد بھی تھے، نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے علی، اگر کسی اجنبی عورت پر تمھاری نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر پھیر لو اور دوبارہ اسے نہ دیکھو، اس لیے کہ پہلی نظر تو قابل مواخذہ نہیں، لیکن دوبارہ اسے دیکھنے کا تمھیں حق نہیں ہے۔'' (ابو داود: ۲۱۴۹، ترمذی: ۲۷۷۷)

۲- اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے کہ کوئی مرد یا عورت کسی نامحرم کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔ اس کی بہت سخت الفاظ میں ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہ رہے، کیوں کہ اس صورت میں ان کے ساتھ تیسرا لازماً شیطان ہوگا۔'' (ترمذی: ۲۱۶۵) ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''جب عورتیں تنہا ہوں تو ان کے پاس ہرگز نہ جاؤ۔'' اس پر ایک شخص نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا عورت کا سسرالی

رشتہ دار (دیور یا جیٹھ وغیرہ) بھی نہیں جاسکتا؟ فرمایا: وہ تو موت ہے۔'' (بخاری: ۵۲۳۲، مسلم: ۲۱۷۲)

۳-اسلام مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط پسند نہیں کرتا۔ وہ چاہتا ہے کہ مرد اور عورتیں گھل مل کر نہ رہیں، اس لیے کہ مخلوط طور پر رہنے سے ان میں صنفی جذبات ابھرنے کا امکان رہتا ہے اور یہ چیز بسا اوقات بدکاری تک پہنچا سکتی ہے۔ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا کہ کچھ عورتیں سڑک کے درمیان مردوں کے ساتھ گھل مل کر چل رہی ہیں۔آپؐ نے انھیں ٹوکا اور فرمایا: ''پیچھے ہٹ جاو، تمھارا راستے کے درمیان میں چلنا مناسب نہیں۔ کنارے ہوکر چلا کرو۔'' (ابو داود: ۵۲۷۲) ام المومنین حضرت عائشہؓ نے خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی دی ہے کہ آپؐ نے کبھی کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ (بخاری: ۵۲۸۸، مسلم: ۱۸۶۶)

۴- اسلام کی ایک ہدایت یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر یا محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ عورتیں جہاں رہتی ہیں وہاں تو وہ اپنی ضروریات کے لیے تنہا نکل سکتی ہیں، لیکن دور کی مسافت پر تنہا جانا ان کے لیے روا نہیں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''کوئی عورت، جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرے۔'' (بخاری: ۱۰۸۸، مسلم: ۱۳۳۹) اسلام کی اس تعلیم پر اعتراض کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس نے عورت کی آزادی کو محدود کردیا ہے اور اسے گھر کی چار دیواری میں مقید کردیا ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اسلام نے عورت کو گھر سے باہر نکلنے سے نہیں روکا ہے، لیکن وہ اس کی عزت و عصمت کو بہت اہمیت دیتا ہے، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ جب عورت دور کی مسافت کے لیے نکلے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو، تا کہ کوئی آوارہ اور بدچلن شخص اس کے ساتھ چھیڑ خانی کی ہمت نہ کرسکے۔

۵- اسلام نے حکم دیا ہے کہ کوئی عورت سج دھج کر گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ باہر نکلتے وقت خوشبو لگائے۔ اس لیے کہ اگر وہ ایسا کرے گی تو اجنبی مردوں کی نگاہیں اس کی جانب اٹھیں گی اور ان کے صنفی جذبات مشتعل ہوں گے، اس وجہ سے اس پر دست درازی کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ بلکہ اس نے

تاکید کی ہے کہ جب عورتیں گھر سے باہر نکلیں تو اپنے عام لباس کے اوپر ایک اور بڑا کپڑا (چادر وغیرہ) اوڑھ لیں، جس سے ان کا بدن خوب اچھی طرح ڈھک جائے اور ان کا کوئی عضو عریاں نظر نہ آئے۔ قرآن میں ہے: ”اے نبی، اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔“ (الاحزاب:۵۹) ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عورت جب خوشبو لگا کر کسی ایسی جگہ سے گذرتی ہے جہاں بہت سے مرد ہوں تو وہ ایسی اور ایسی ہے (یعنی وہ بدکار ہے)۔“ (ترمذی: ۲۷۸۶)

۶- اسلام کا ایک حکم یہ ہے کہ عورتیں ایسا لباس پہنیں جو ان کے پورے جسم کو چھپانے والا ہو۔ نہ ان کا سر کھلا ہو، نہ گریبان چاک ہو اور نہ لباس اتنا شفّاف ہو کہ ان کا بدن جھلکتا ہو۔ قرآن میں ہے: ”عورتیں اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔“ (النور:۳۱) ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ آپؐ کے گھر آئیں۔ اس وقت وہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ ان پر آپؐ کی نظر پڑی تو آپؐ نے اپنا چہرہ پھیر لیا اور فرمایا: ”اے اسماء،لڑکی جب بالغ ہوجائے تو اس کے چہرے اور ہاتھ کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ کھلا نہیں رہنا چاہیے۔“ (ابو داود: ۴۱۰۴) ایک مرتبہ آپؐ نے بہت سخت الفاظ میں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ”بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو لباس پہنے ہونے کے باوجود عریاں ہوتی ہیں۔ وہ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور دوسروں کی طرف خود مائل ہونے والی ہوتی ہیں، ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح اٹھے ہوتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گی، حالاں کہ اس کی خوشبو کافی فاصلے سے محسوس ہوگی۔“ (مسلم: ۲۱۲۸) ایک حدیث میں ہے کہ ”آپؐ نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔“ (ابو داؤد: ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ترمذی: ۲۷۸۴، ۲۷۸۵)

۷- عورتوں کو ایک خصوصی حکم یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ

کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں، بجز اس کے جو خود ظاہر ہوجائے۔“ (النور:۳۱) اس آیت میں صرف اس زینت کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے، جو خود بہ خود ظاہر ہوجائے، اور جس کے چھپانے پر عورت کا اختیار نہ ہو۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ (گٹے تک) ہیں کہ انھیں عورت کھلا رکھ سکتی ہے، باقی پورے بدن کو چھپانا ضروری ہے۔ علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر فتنے کا اندیشہ ہوتو عورت کا اپنے چہرے کو چھپانا بہتر ہے۔

درج بالا احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ اسلام نے ان چیزوں پر بھی پابندی عائد کی ہے جو بدکاری پر ابھارنے والی اور مردوں اورعورتوں میں صنفی جذبات برانگیختہ کرنے والی ہیں مثلاً:

(الف) بدکاری کی تحریک پیدا کرنے والی ایک اہم چیز شراب ہے۔ شراب کے بارے میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ شراب پینے کے بعد آدمی اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہتا اور بھلے برے کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں رہتا کہ کب کیا حرکت کر بیٹھے۔ اسی طرح شراب سے آدمی کے صنفی جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اور رشتوں کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ انہی وجوہ سے اسلام نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن نے شراب نوشی کو گندے شیطانی کاموں میں شمار کرتے ہوئے اہلِ ایمان کو اس سے بچنے کی تلقین کی ہے: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔“ (المائدۃ:۹۰) شراب نوشی اسلام میں موجبِ سزا عمل ہے۔ ابتدائے اسلام میں اگرچہ اس کی کوئی متعین سزا نہیں تھی، لیکن بعد میں صحابہ کرامؓ نے متفقہ طور پر اسّی (۸۰) کوڑے سزا تجویز کی۔ اس کی دلیل انھوں نے یہی بیان کی کہ شراب پینے کے بعد آدمی کو اپنے ذہن و دماغ اور زبان پر قابو نہیں رہتا، وہ اول فول بکتا ہے اور عفت مآب خواتین پر گندے الزامات اور تہمتیں لگاتا ہے۔ ظاہر ہے، جب اسلام کے نزدیک شراب نوشی حرام ہے تو وہ شراب کی فیکٹریاں قائم کرنے اور اس کا کاروبار چلانے کی کیوں کر اجازت دے سکتا ہے!!

جاری ہے۔۔۔۔۔!!!!

سنہرے نقوش

قسط: ۲۰

مولانا مفتی عاصم عبد اللہ صاحب

علم دین حاصل کرنے کا والہانہ شوق

امام محمد بن ادریس شافعیؒ بچپن سے علم دین کا بے پایاں شوق رکھتے تھے اپنی غربت و افلاس کے باوجود انہوں نے دور دراز کا سفر کیا اور بڑی مشقتوں اور تکلیفوں کے بعد احادیث رسول اور فقہ اسلامی میں نہ صرف کمال پیدا کیا بلکہ ذہانت ،قوت حافظہ ،تقویٰ اور فیاضی کی بدولت ممتاز حیثیت کے مالک بن گئے ۔تفقہ فی الدین اور استنباط مسائل کا اللہ تعالیٰ نے ایسا ملکہ عطا کیا کہ وقت کے اکابر ائمہ نے اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا ۔ انہوں نے اصول فقہ اور فقہ میں بے نظیر کتاب چھوڑی جس سے عالم اسلام آج بھی استفادہ کر رہا ہے اور ملت اسلامیہ کی بہت بڑی تعداد فقہی مسائل میں ان کی پیرو ہے ۔

امام شافعیؒ نے تحصیل علم کے سلسلے میں جو سفر کیے اس کی روداد ان کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان نے روایت کی ہے اور اس نے سفر نامہ کی صورت اختیار کر لی ہے جو ابن حجہ کی کتاب ''ثمرات الاوراق'' میں درج ہے ۔ یہ سفر نامہ سبق آموز بھی ہے اور ایمان کو تازگی بخشنے والا بھی ،دلچسپ بھی ہے اور دین کے طالبعلموں کے لئے لگن پیدا کرنے والا بھی ۔فرماتے ہیں:

''علم دین کا شوق تو مجھے شروع ہی سے تھا ،تھوڑی سی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور بہت سی حدیثیں بھی یاد کر لیں ۔ میری عمر چودہ سال کی ہوئی تو میں نے اپنی بوڑھی ماں سے اپنے شوق کا اظہار کیا وہ بہت فکر مند ہوئیں گھر پر میرے سوا اور کوئی نہ تھا بوڑھی ماں کے لئے تنہا میں ہی سہارا تھا۔ پھر بھی بڑے

جذبے کے ساتھ بولیں: بیٹا تیرا یہ شوق تو میرے خوابوں کی تعبیر ہے، میں نے راتوں کو جاگ جاگ کر یہ دعا کی ہے کہ میرے لال کو اپنے پیارے نبی کے علم سے مالا مال کر دے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ تجھے سفر پر بھیجوں تو کیا دے کر بھیجوں، نہ گھر میں غلہ ہے کہ کچھ پکا کر تیرے ساتھ کر دوں، اور نہ روپیہ پیسہ ہے کہ تیرے حوالے کر دوں۔ یہ کہتے ہوئے ان کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے مگر فوراً ہی خود کو سنبھالا اور بولیں بیٹا فکر نہ کرنا کارساز حقیقی اپنے صالح بندوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اس پر بھروسہ کرو۔

پھر دو پرانی یمنی چادریں میرے حوالے کرتے ہوئے بولیں جا بیٹے میں نے تجھے اس خدا کے سپرد کیا جس کی تو امانت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تجھے ضائع نہ ہونے دے گا۔ پھر دُعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور کہا کہ خدایا اپنے جگر کے ٹکڑے کو تیرے دین کی راہ میں بھیج رہی ہوں تو بے کسی میں اس کا ہاتھ پکڑ اور غیب سے اس کی مدد فرما اور خدایا وہ دن جلد لا کہ میں اپنی آرزؤں کے اس پودے کو دین کے پھلوں سے لدا ہوا دیکھ کر باغ باغ ہوجاؤں اور پھر میری پیٹھ ٹھوکتے ہوئے کہا جا بیٹے! خدا تجھے علم کے آسمان پر سورج بنا کر چمکا دے۔ جا بیٹے خدا تیرا حافظ ونگہبان ہے:

فاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظاً وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْن.

”اللہ ہی بہترین حفاظت کرنے والا اور وہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔“

یہ کہتے ہوئے مجھے رخصت کیا اور میں ماں کی دعاؤں سے مالا مال خالی ہاتھ خدا کے بھروسے پر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔

ظالموں کی صف میں حسن اچھا ہے

خواجہ نظام الملک طوسی نے ایک دفعہ ارادہ کیا کہ ایک ایسا محضر تیار کروں جس پر تمام رعایا اور امراء وعلماء کے دستخط ہوں اور اگر وہ تصدیق کر دیں کہ میں نے کوئی ظلم وزیادتی نہیں کی ہے تو قیامت کے دن یہ

محضر میرے حق میں رہائی کا پروانہ ہو۔

ایران جیسی عظیم الشان سلطنت کا وزیر اعظم ، علماء ، فقہاء ، امراء اور عوام سب نے دستخط شروع کر دیئے ۔شعراء نے قصائد لکھے۔غرض جو جس کے قابل تھا ، اس نے نظام الملک کی تعریف میں کوئی کمی نہ کی۔ لوگوں نے فرعون وشداد اور یزید ونمرود جیسے ظالم بادشاہوں کے خوشامدانہ قصائد ان کو خوش کرنے کے لئے لکھے تھے اور یہاں تو نظام الملک طبعاً بھی فیاض وسخی اور منتظم ومدبر تھا ، اس لئے محضر بہت جلد تیار ہوگیا،اور آخر میں جب شیخ ابواسحاقؒ فیروز آبادی کے سامنے یہ محضر نامہ پیش ہوا اور کہا گیا کہ آپ بھی اس پر دستخط کردیں تو آپ نے یہ مختصر جملہ

خير الظلمة حسن.

لکھ کر دستخط کر دیئے جس کا مطلب یہ ہے کہ اور سب ظالموں میں حسن (جو نظام الملک کا اصل نام ہے) اچھا ہے۔

جب نظام الملک نے یہ فقرہ دیکھا تو اس کو نہایت رقت ہوئی اور کہا ابواسحاق کے سوا کسی نے سچ نہیں لکھا۔

شیخ ابواسحاق کا وطن فیروز آباد ہے لیکن تاریخ ابواسحاق شیرازی کے نام سے مشہور ہیں۔۲۹۳ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔۲۱/جمادی الاول ۴۷۶ھ ،۱۰۸۲ء کو بغداد میں فوت ہوئے ، نماز جنازہ میں خلیفہ مقتدی بامراللہ بذات خود شریک تھا۔فقہ اوراصول کے امام اور صحت روایت میں محدثین کے پیشوا تھے ،صوفیوں کو ان کے نام پر فخر ہے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے ، ان کے شاگرد بھی بڑے بڑے قابل ہوئے ہیں۔

ہمارے علماء ومشائخ پر ایک وہ زمانہ بھی گزار ہے کہ بادشاہوں اور وزیروں سے ملتے توان کو ایسی نصیحتیں کرتے جو حکمرانوں کے لئے مفید ہوتیں۔ان میں جو عیوب دیکھتے تھے ، برملا کہہ دیتے تھے ، اورحق کے اظہار سے مال وجان تک کا خوف نہ کرتے تھے۔ شیخ ابواسحاق جس طرح حق کہنے میں کسی کا

خوف نہ کرتے تھے، اسی طرح حق سننے کے لئے بھی تیار رہتے تھے ۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش ہوا معلوم نہیں اس وقت آپ کس خیال میں تھے ، کچھ کا کچھ لکھ گئے ۔ امام ابونصر بن صباح نے جوان کے ہم عصر تھے اس فتویٰ کو دیکھ کر صاحب استفتاء سے کہا:

''یہ غلط ہے ابواسحاق کے پاس نظر ثانی کے لئے لے جاؤ۔''

چنانچہ آپ نے دیکھا کہ تو حقیقت میں غلطی تھی، اپنے قلم سے فتویٰ صحیح کیا اور اس پر اس قدر عبارت اور لکھ دی کہ ابن صباح کی تحریر صحیح ہے اور ابواسحاق غلطی پر ہے۔

ابواسحاق جیسے روشن خیال عالم کا یہ واقعہ زمانہ حال کے علماء کے لئے ایک سبق ہے جن میں بہت سے مدعیان علم کا یہ حال ہے کہ جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بولنا گوارا کر لیتے ہیں، لیکن تاریخ اسلام کے اوراق پلٹیں تو ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں اظہار حق کے سلسلے میں ہمیں مداہنت یا کسی ملامت کرنے والے کا کوئی خوف نہیں آتا ۔

شیطان نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے تھپڑ کھائے

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ ﷺ کی ابلیس سے ملاقات ہوئی تو ابلیس نے آپ سے کہا، آپ کی ذات تو اتنی اونچی ہے جو خدائی کے بڑے مرتبہ پر فائز ہے، آپ نے گود میں بچپن میں کلام کیا، جب کہ آپ سے پہلے کسی نے اس میں کلام نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا:

'' خدائی اور عظمت تو اللہ کے لئے ہے، جس نے مجھ سے بُلوایا ، پھر موت دے گا پھر زندہ کرے گا۔''

شیطان نے کہا:

''نہیں نہیں، آپ ہی تو ہیں جو اپنی خدائی کے بڑے درجہ پر پہنچے، یہاں تک کہ مردوں کو بھی زندہ کر دیا۔''

آپ نے فرمایا:

”بلکہ خدائی اور عظمت اللہ کے لئے ہے جو مجھے بھی موت دے گا اور اسے بھی جس کو میں نے (اللہ کے حکم سے) زندہ کیا، پھر وہ مجھے زندہ بھی کرے گا۔“

شیطان نے کہا:

”اللہ کی قسم آسمان کے بھی تم خدا ہو اور زمین کے بھی تم خدا ہو۔“

تو حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے پَر سے ایسا تھپڑ رسید کیا کہ وہ سورج کے قریب جاگرا، پھر ایک اور تھپڑ رسید کیا تو عین ہامیہ کے پاس جاگرا، پھر ایک اور تھپڑ رسید کیا کہ اس کو سات سمندروں کی تہہ میں اتار دیا اور ایسا دھنسایا کہ اس کو کیچڑ کا مزہ چکھا دیا۔ جب شیطان وہاں سے نکلا تو یہ کہہ رہا تھا ایسی ذلت کسی نے کسی سے نہ پائی ہوگی جیسی میں نے (حضرت) عیسیٰ سے پائی۔

بادشاہ کو کڑوی نصیحت

۸۵۵ھ تک خاندان سادات میں چار بادشاہ ہوئے، سب سے آخری بادشاہ سلطان علاؤالدین بن محمد شاہ تھا۔ اس زمانے کے وزیر الملک کا نام حسام خان تھا۔ وہ بادشاہ کو جب کبھی غلطی پر دیکھتا۔ اسے ٹوکتا ۔ بادشاہ ناراض ہوتا، مگر وہ کبھی پروا نہ کرتا اور یہی کہتا کہ میں رعایا اور ملک کے فوائد اور آپ کی نیک نامی کی خاطر جو عیب اور کمزوری آپ میں پاؤں گا اور جس کا اثر سلطنت پر پڑے گا، وہ برملا آپ سے کہوں گا۔ وہ کسی بھی موقع اور حالات میں حق گوئی نہیں چھوڑتا تھا۔

بادشاہ ۸۵۰ھ میں بیانہ (اجمیر) کی طرف روانہ ہوا۔ لاؤ لشکر ساتھ تھا، راستے میں کسی بدخواہ نے خبر اڑادی کہ جونپور کا بادشاہ دہلی کی تسخیر کے لئے آرہا ہے، یہ خبر سراسر غلط تھی، کسی راوی کا پتہ نہ چلا، لیکن بادشاہ یہ خبر سنتے ہی واپس دہلی چلا آیا۔ وزیر الملک کو خبر ہوئی، وہ بادشاہ کے پاس گیا اور کہا ایسی خبر دروغ

پر جو سراسر بے فروغ ہے اور بالکل غلط ہے، اعتبار کرلینا اور مراجعت کرنا بادشاہوں کی شان کے خلاف ہے۔ دشمن پر آپ کی مراجعت کا یہ اثر ہوگا کہ وہ دلیر ہوجائے گا اور رعایا پر یہ اثر ہوگا کہ جو لوگ فتنہ پرداز اور شورش پسند ہیں، وہ ہنگامہ آرائیوں کے لئے تیار ہوجائیں گے۔

بادشاہ نے وزیر الملک کو اس نصیحت پر جھڑک دیا، لیکن اس نے پھر وہی دہرایا، جس کو اس نے ملک اور خود بادشاہ کے لئے مفید سمجھا۔

دوسرے سال ۸۵۱ء میں بادشاہ بدایوں کی طرف گیا اور وزیر الملک ہمراہ نہ تھا، وہاں ایسا دل لگا کہ واپس آنے کا نام نہ لیا، وزیر نے کہا دارالسلطنت کو اس طرح آزاد چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے، خداوندکریم نے آپ پر بہت بڑا بوجھ ڈالا ہے، اگر اسی طرح آپ عیش پرستی اور آرام طلبی میں رہے تو اس عظیم الشان بوجھ سے کس طرح سبکدوشی ہوں گے۔

وزیر الملک کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا، اس لئے کہ بعض ایسے امرا بھی وہاں موجود تھے جو بادشاہ کی کمزوری وحماقت اور اس کی عیش پرستیوں سے بے شمار فوائد حاصل کررہے تھے، آخر بصد مشکل بادشاہ وہاں سے نکلا اور دہلی آیا، یہاں آتے ہی اس نے پھر بدایوں کا ارادہ کیا اور وزیر سے کہا کہ میں دارالخلافہ دہلی سے بدایوں بدلنا چاہتا ہوں۔

وزیر نے کہا بلاوجہ اور بلاعذر معقول دارالخلافہ بدلنے میں بہت بڑی قباحتیں ہیں، خلق خدا کو بڑی تکلیف پہنچتی ہے ، لاکھوں اور کروڑوں روپے جو رعایا ہی کی ملکیت ہیں اور مال گزاری کے سبب خزانہ شاہی میں آگئے ہیں، بیجا اور بے ضرورت خرچ ہوجاتے ہیں، لیکن بادشاہ نے وزیر کی ایک بات نہ سنی، بلکہ اسے عہدۂ وزارت سے برطرف کردیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دکن، گجرات، مالو جونپور، بنگال سب جگہ بغاوتیں شروع

ہوگئیں اور پنجاب میں ملک بہلول لودھی ایک افغان نے اپنی حکومت نواح دہلی تک پھیلائی ۔

آخر ۸۵۵ء میں بادشاہ علاؤ الدین نے ملک بہلول کو تخت دہلی اپنے ہاتھ سے سپرد کرکے بادشاہ دہلی بنایا اور خود بدایوں چلا گیا، جہاں ۸۸۲ء میں بقضائے الٰہی فوت ہوگیا اور ملک بہلول سلطان بہلول لودھی کے نام سے دہلی کا بادشاہ تھا۔

بغاوت آئینِ وفا کے منافی ہے

حضرت شیخ الشیوخ سماء الحق ایک مرتبہ بیانہ (اجمیر) کے علاقہ میں تھے ، سلطان احمد چلائی مع سید خوند میر رسول دار کہ مرتضٰی خان کا خطاب رکھتا تھا، حضرت کی خدمت میں آیا اور کہا بادشاہ سلطان حسین جونپوری کی طرف سے آیا ہوں، تسخیر دہلی کا ارادہ ہے اور دعائے فتح ونصرت کی تمنا ۔

حضرت کا چہرہ سرخ ہوگیا ، فرمایا احمد تیرے باپ دادا ہمیشہ بہلول شاہ دہلی کے نمک خوار رہے ہیں تو خود بھی اس کے احسانات سے سرنہیں اٹھ سکتا۔

قدیمی آقا اور نیک آقا کے خلاف بغاوت آئین وفا کے منافی ہے۔ سلطان حسین جونپوری ظالم اور ناانصاف ہے اور ایسے نمازی بادشاہ کی تخریب کے درپے ہے، میں اس کے حق میں نصرت کی بیجا دعا کرنا نہیں چاہتا، سلطان احمد یہ جواب سن کر ششدر رہ گیا اور اس کا دل ایسا ٹوٹ گیا کہ اس نے سلطان بہلول سے موافقت کرلی۔

دولت وفقر میں سے فقر کا انتخاب

بانیٔ دار العلوم دیو بند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو دیو بند کے کسی رئیس نے اپنی بیٹی نکاح میں دے دی۔جب خلوت میں اپنی دلہن کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ سونے کے زیوارت

سے اٹی ہوئی ہے۔آپ نے نئی دلہن پر توجہ کئے بغیر اسی کمرے میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے اور نماز پڑھتے رہے، فارغ ہوئے تو بیوی کے قریب ہوکر اسے یوں تقریر کی۔ کہ دیکھو! تم ایک امیر، رئیس کی صاحبزادی ہو اور میں فقیر وغریب اور ایک مسکین انسان ہوں ۔ نکاح کے بعد اب تمہارا اور میرا ایک ساتھ جینا ہوگیا ہے۔ ہمارا مستقبل ایک دوسرے سے وابستہ ہے مگر یہ نبھاؤ بظاہر مشکل ہوگا کہ تو امیر ہے اور امیر کی بیٹی ہے۔ میں فقیر ہوں اور فقیری کو پسند کرتا ہوں۔ ہمارا گزارہ تب بہتر ہوسکے گا جب دونوں ایک ہوجائیں یا میں امیر بن جاؤں یا تو فقر اختیار کرلے۔ جہاں تک میری امارات اور دنیا پسندی کا تعلق ہے وہ تو ناممکن ہے ۔ البتہ آپ کے لئے فقیری ومسکنت کی راہ اختیار کرنا آسان ہے۔ اب آپ جونسی راہ اختیار کریں گی، مستقبل کے لحاظ سے ہمارے تعلق کا اس پر نتیجہ مرتب ہوگا۔ بیوی نے ان کی تقریر سن کر بڑی خوشی سے کہہ دیا کہ میں فقر وغربت کی راہ اختیار کرتی ہوں اور میرے سارے زیورات آپ کی ملکیت ہیں اور آپ کو اختیار ہے، جہاں چاہے استعمال کریں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ تو فقر، زہد اور ورع وتقویٰ کے پہاڑ تھے، اسی وقت بغیر کسی تاخیر کے اپنی دلہن سے تمام کے تمام زیورات اتار لئے اور صبح بلقان کی جنگ میں مسلمانوں کی اعانت ونصرت کے لئے چندے میں داخل کردیئے۔

خونریزی کا فتنہ ایک پیشگوئی

عن ابی هريرة ؓ قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده لاتذهب الدنيا حتى يأتى على الناس يوم لايدرى القاتل فيما قتل ولا المقتول فيما قتل فقيل كيف يكون ذالك قال الهرج. القاتل والمقتول فى النار. (رواه المسلم)

”جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ پوری دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن (یعنی بدامنی وانتشار اور فتنہ وفساد کی شدتِ انتہا سے بھرا ہوا وہ دور) نہ آجائے جس میں نہ قاتل کو یہ معلوم ہوگا کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ مقتول (یا اس کے ورثاء ومتعلقین) کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا، پوچھا گیا یہ کیونکر ہوگا (یعنی قاتل ومقتول دونوں کو قتل کا سبب معلوم نہ ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہرج کے سبب“ نیز قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔“

عطیہ اشتہار

وسیم الیکٹرک اسٹور

شاہ فیصل کالونی، چورنگی نمبر ۳، کراچی 021-34597307

نقد و تبصرہ

ادارہ

نام کتاب	نور فلک در مسئلہ فدک	مصنف	حافظ محمد اقبال رنگونی
صفحات	240	سن طباعت	اپریل2020
تعداد	1100	سرورق	دیدہ زیب
قیمت	درج نہیں	ناشر	ادارہ اشاعت اسلام مانچسٹر برطانیہ

آپ ﷺ کے فرمان عالیشان اور پیشنگوئی کے عین مطابق خیر القرون کے بعد فتنوں کا آغاز ہوا اور باطل فرقوں کو وجود ملا اور شکوک وشبہات ،اوہام ووساوس اور اعتراض و اشکالات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جس کی بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے،بالخصوص ایک فرقہ ایسا تھا جس کے ڈانڈے یہودیوں سے ملتے تھے انہوں نے اسلام کی بنیادوں پر حملہ کیا ،قرآن کو نامکمل اور آپ ﷺ کے اولین ساتھیوں سمیت تقریبا تمام صحابہ کو بے اعتبار قرار دے دیا، انہوں نے عام و سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اہل بیت کی محبت کا جھوٹا لبادہ اوڑھ کر ان پر ظلم وستم کی داستانیں گھڑیں،جھوٹ کا طومار باندھا اور بہتان طرازیوں کے انبار لگا دیے۔ یہود کے مشہور اصول کے مطابق انہوں نے اس جھوٹ کا ایسا پروپیگنڈا کیا کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام فریب میں آکر شکوک وشبہات کا شکار ہوگئے اور وہی جھوٹا راگ آلاپنا شروع کر دیا جوان کے لیے ایمان لیوا ثابت ہوا۔

اس فرقہ کے جھوٹے الزامات میں سے ایک بہتان یہ ہے کہ العیاذ باللہ خلیفہ بلافصل حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے خاتون جنت، جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق غصب کر لیا تھا ۔جو باغ فدک کی صورت میں تھا اور پھر اس کی بنیاد پر اتنی رنگ آمیزی کی گئی کہ الامان والحفیظ۔اللہ تعالیٰ ہمارے اکابرین کی قبروں کو نور سے بھر دے کہ انہوں نے ہر دور میں ان کے کالے جھوٹ کا پردہ چاک کر کے حقیقت حال کو بیان کیا۔تاہم یہ کتابیں اکثر عربی و فارسی زبان میں ہیں یا پرانی اردو میں کہ جن کا سمجھنا نئی نسل کے لیے مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ جناب حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب کو بہت جزائے خیر دے کہ انہوں نے نسلِ نو کی اس ضرورت کو محسوس کیا اور مسئلہ فدک پر مستقل تصنیف فرمائی ۔

یہ تصنیف نور فلک در مسئلہ فدک کے نام سے طباعت کے سارے مراحل سے گذر کر اب منصۂ شہود پر آچکی ہے۔ ماشاء اللہ موصوف نے اس مسئلہ پر خوب سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے اور اس فرقہ کے دجل و فریب کو کھول کر رکھ دیا ہے۔بقول مصنف یہ فرقہ مسئلہ فدک میں جتنا مبالغہ آرائی کرتا ہے اتنا ہی قدم قدم پر اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا جاتا ہے۔کاش کہ ان کے پیروکار،اپنے مقتداؤں کے تضادات پر غور کر لیں تو ان کو علم ہوجائے کہ علمی و تاریخی دنیا میں ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

مصنف کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اسی فرقہ کے منصف مزاج مشہور علماء کے بیانات کو حوالہ جات کے ساتھ نقل کیا ہے جس سے باغ فدک کے بارے میں گھڑی گئی کہانیوں کی حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے ۔ایک مقام پر مصنف،ایرانی رہنما ڈاکٹر الموسوی کی تصنیف اصلاح شیعہ ص۲۳ سے نقل کرتے ہیں:

”اس مقام پر مجھ پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے اور میں حیرت میں گم ہو جاتا ہوں اور میرے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان شیعہ راویوں اور شیعہ محدثین نے اہل بیت کی محبت کے پردے میں اسلام کی عمارت گرانے کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھالی ہے۔“(نور فلک درمسئلہ فدک ،ص:۲۳۵)

مصنف نے آسان اور سلیس اردو میں تصنیف کی کامیاب کوشش کی ہے۔امید واثق ہے کہ اہل ذوق میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ مقبول ہوگی۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرما کر دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔(آمین)

دارالافتاء

آپ کے مسائل کا شرعی حل

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

جمعہ کی سنتوں کی تعداد اور سنت مؤکدہ پڑھنے کا طریقہ

سوال۔۱: جمعہ کے بعد کتنی سنتیں پڑھنی چاہئیں؟

سوال۔۲:سنتِ مؤکدہ کس طرح پڑھنی چاہیے؟اور اس میں کیا پڑھیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

جواب۔۱: جمعہ کے بعد چھ رکعات مسنون ہیں، پہلے چار، پھر دو پڑھیں تو بہتر ہے،اور اس کے برعکس بھی جائز ہے۔

۲۔ سنتِ مؤکدہ کا کوئی الگ طریقہ نہیں، نہ کوئی خاص قراء ت مقرر ہے، بلکہ اور نمازوں ہی کی طرح پڑھی جائے۔

ریل میں دورانِ سفر نماز کیسے پڑھی جائے؟

سوال:ریل میں دورانِ سفر نماز کیسے پڑھی جائے،بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر؟ نیز یہ بتائیے کہ دورانِ سفر اگر قبلے کی طرف رُخ صحیح نہ ہوتو کیا نماز ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیا

جواب: کھڑے ہوکر ہی پڑھنا واجب ہے،اور قبلے کی طرف رُخ کرنا فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہ

ہوگی۔اگر رُخ معلوم نہ ہوتو معلوم کرنے کے لیے اپنی سی پوری کوشش کریں،اور جس طرف گمان غالب ہو،ادھر رُخ کر کے نماز پڑھ لیں۔

ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنا

سوال:ہوائی جہاز میں سفر کے دوران نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

جواب:جائز ہے۔

میت کے سرہانے بیٹھ کر یا قبرستان لے جاتے وقت کلمہ پڑھنا

سوال:میت کی چارپائی کے پاس بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر کلمۂ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا یا میت کو قبرستان کی طرف لے جاتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا

جواب: دونوں حالتوں میں کلمہ طیبہ پڑھنا دُرست ہے،مگر اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھا جائے،اور بلند آواز سے نہ پڑھا جائے۔

عورتوں کا علم حاصل کرنا کیسا ہے؟

سوال: گاؤں میں ایک عالمہ اپنے گاؤں کی عورتوں کو نماز ،کلمہ اور دین کے ضروری احکامات اپنے گھر میں جمع کر کے اجتماعی طور پر ان کو سکھاتی ہے لیکن وہاں کے کچھ حضرات کا یہ کہنا ہے کہ عورتوں کے لئے اسلام نے اسکی اجازت نہیں دی، لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر ہماری درست رہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جواب: واضح رہے کہ ارشاد خداوندی کا مفہوم ہے کہ "اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ (سورۃ تحریم)۔

حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ تمام مستورات کا علماء کے پاس جانا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی تمام مستورات کو گھر کے ایسے مرد میسر ہیں جن کو واسطہ بنایا جائے اور نہ ہی ہر مسئلہ کو مردوں سے پوچھنا ممکن ہے تو اس وجہ سے ضروری ہوا کہ کچھ مستورات پڑھی ہوئی ہوں اور عام مستورات ان سے اپنا دین سیکھ لیں۔

لہٰذا مذکورہ عالمہ کا عمل نہ صرف جائز ہے بلکہ قرآن وسنت سے ثابت اور باعث اجروثواب ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ مستورات مکمل پردے کے ساتھ آیا جایا کریں اور گھر میں بھی ایسا ماحول بلکل نہ ہو جس سے مستورات کی عزت وآبرو پر داغ دھبہ آئے یا علم واہل علم کی بدنامی کا باعث بنے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اپیل برائے فوری تعاون

کراچی کی قدیم دینی درسگاہ جامعہ حمادیہ کراچی پاکستان 64 برس کے طویل عرصہ سے دینی تعلیم عام کرنے میں مصروف ہے۔اور جامعہ طلباء کرام کی ایک بڑی جماعت کے قیام وطعام (کھانے پینے، رہائش، علاج ومعالجہ) کا کفیل ہے۔ جامعہ کے قدیم ہونے کی بناء پر اس کی عمارات بھی بوسیدہ وخستہ حال ہوچکی ہیں۔جن کی مرمت (ریپئرنگ) کی فوری ضرورت ہے تاکہ چھتوں ودیواروں کا ٹپکنا ورسنا فوری ختم کیا جاسکے۔

اہل خیر حضرات سے عرض کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں جامعہ کے ساتھ:

(۱) نقدرقم (۲) سیمنٹ (۳) بجری (۴) بلاک

وغیرہ کی صورت میں فوری تعاون فرماکر آخرت میں ذخیرہ حاصل کریں۔

برائے رابطہ:
+92-334-0037660
+92-21-34685378

آن لائن صدقات وعطیات ٹرانسفر کرنے کے لئے

بذریعہ بینک (حبیب بینک)
PK 63 HABB 0011030006425803

بذریعہ JazzCash
+92-303-2203898

آن لائن ٹرانسفر کرنے کے بعد اس ای میل ایڈریس پر مطلع فرمائیں۔ Donation@JamiaHammadia.com

Monthly **ALHAMMAD** Karachi
REGD. NO. S.S 898

کی خوبصورت اور معیاری تصانیف ایک نظر میں

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

اُستاذ و رئیس دارالافتاء جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اپنے موضوع پر یہ ایک شاہکار کتاب ہے،
جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز و شب کے اعمال
و معمولات، اوراد و وظائف اور مختلف شعبہ ہائے زندگی
کے متعلق سنتیں نہایت دلنشین انداز میں بیان کی گئی ہیں۔

یہ حسین سنتوں پر مشتمل کتاب خریدیئے۔
پڑھیے اور زندگی کو سنت کے سانچے میں ڈھالیے۔

ملنے کا پتہ:

مکتبہ حمادیہ کراچی
شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230
فون نمبر: 021-34572537, 0333-3558552